جلد ۸۲ — ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۸ء — شمارہ ۹، ۱۰

خاتم النبیین

از حضرت مولانا محمد احسن امروہی

اس شمارے میں

ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو ایس اے

پتہ: ۱۳۱۵ کنگز گیٹ روڈ، کولمبس، اوہائیو ۱۵۰۴-۴۳۲۲۱ (یو ایس اے)

www.aaiil.org

ایک ضروری وضاحت

بشارت احمد بقا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرماتے وقت اپنی امت کی رشد وہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑیں ہیں اور وہ ہیں کلام الٰہی یعنی قرآن مجید اور اپنی سنت۔ اور آپؐ کی سنت میں آپؐ کے فرمودات اور اعمال دونوں شامل ہیں۔ دراصل آنحضرت صلعم کی ساری زندگی قرآن شریف کی عملی تفسیر ہے۔ جن احکام قرآنی کا تعلق عملی زندگی سے ہے ان پر خود عمل کر کے تشریح کردی ہے اور جن کا تعلق علم سے ہے ان کی تشریح اپنی زبان مقدس سے فرمادی ہے اور حضور اکرمؐ نے اپنے اقوال و اعمال میں کوئی ایک بات بھی ایسی اپنے پیچھے نہیں چھوڑی جو امت میں اختلاف و اشقاق کا موجب بنے اور آج ہمیں جو امت میں اختلافات نظر آتے ہیں یہ سب آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد کی پیداوار ہیں اور ان کا اصل اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ختم نبوت کے مسئلہ کو ہی لے لیجئے۔ آج جو اختلاف اس میں ہمیں نظر آتا ہے وہ بالکل موجودہ صدی میں ہی پیدا ہوا ہے۔ امت اس میں اسدن سے کہ آنحضرت صلعم پر یہ آیت نازل ہوئی ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شی علیما یعنی محمد (رسول اللہ صلعم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۴۰:۳۳)۔ آج تک متحد اور متفق چلی آرہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت و رسالت تاقیامت ختم ہو چکا ہے اور یہ اس لئے ہوا ہے کیونکہ آپ صلعم کے آنے سے دین اسلام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور اس کی تمام روحانی نعمتیں امت پر پوری کردی گئی ہیں اور کوئی چیز اب باقی نہیں رہی جس کی تکمیل کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

یہ امت محمدیہ کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ آیت ربانی کی صحیح تعبیر و تشریح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار فرمادی ہوئی ہے اور آنے والے زمانہ میں بھی جبکہ علم انسانی بھی اپنی معراج کو چھو رہا ہو گا۔ خاتم النبیین کی تفہیم میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اگرچہ مسلم علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دنیا میں دوبارہ آنے کے قائل چلے آئے ہیں۔ تاہم انہوں نے قرآنی آیت میں نازل ہونے والے الفاظ خاتم النبیین کے ان معنی سے جو احادیث نبوی میں بیان کئے گئے ہیں انکار کرنے کی جرات نہیں کی بلکہ نبوت مسیح علیہ السلام کی توجیہات کی ہیں۔ تاکہ انہیں اس قرآنی آیت سے تصادم واقع نہ ہو۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدی چہاردہم کا یہ امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے قرآن واحادیث سے ثابت کر کے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اپنی طبعی عمر گذار کر وفات پا گئے ہوئے ہیں صاف اعلان کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خواہ نیا ہو یا پرانا اور اس طرح اس مسئلہ پر گفتگو کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا۔ آپ نے برطبق حدیث نبوی بعثت مجددین کے سلسلہ کو سلسلہ نبوت و رسالت کا متبادل قرار دے کر واضح کردیا کہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے اور اپنے بیان کی صداقت میں ان معنی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے سمجھے تھے بطور شہادت پیش فرمایا۔

لیکن بایں ہمہ یہ اس صدی کا بہت بڑا المیہ ہے کہ جس مقام سے دنیا جہان کے مسلمانوں کو خاتم النبیین کے اصل معنے سمجھائے گئے تھے اور ان کے مسیح ناصری کے آمد ثانی کے عقیدہ کو باطل قرار دیا تھا۔ وہیں سے ہی صرف چھ سال بعد یہ آواز بلند ہوئی کہ باب نبوت آنحضرت صلعم کے بعد مسدود نہیں ہوا بلکہ بدستور کھلا ہوا ہے اور انبیاء ضرور آتے رہیں گے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں خود اسی ہستی کا وجود پیش کردیا جو ختم نبوت کا سب سے عظیم علمبردار تھا۔ اسی مقام سے اجرائے نبوت کی باتیں ہونے لگیں اور امت میں ایک نیا اشقاق وافتراق پیدا ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ نیا خیال ایک بھیانک فتنہ کی شکل اختیار کر گیا۔ مگر حیرت کی یہ بات ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے مخالف علماء نے اس فتنہ انگیز نئی آواز کے خلاف نہ کوئی جوش د

خروش دکھایا اور نہ کوئی آواز بلند کی بلکہ انہوں نے چپ سادھ لی۔ اس کے خلاف آواز اٹھانے والے بھی احمدی حضرات تھے۔ جو قادیان کو خیرباد کہہ کر لاہور ہجرت کر آئے تھے اور نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ اور ان کا سارا سرمایہ صرف جذبہ ایمانی تھا جو اس مختصر گروہ کو بنیان مرصوص بنانے کا موجب ہوا۔ ان بزرگوں نے اس فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کے استحصال کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ چنانچہ حضرت سید محمد احسن صاحب امروہی کی زیر نظر کتاب اسی جہاد مقدس کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ یہ چالیس احادیث جو اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ایسی مصدقہ، مرفوع اور ثقہ ہیں کہ ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں اور ان کا جواب قادیانی ثم ربوی علماء سے آج تک نہیں بن پڑا۔ مگر پاکٹ بک احمدیہ میں جو قادیانی علماء کی تصنیف ہے اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث درج ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تو کہو کہ آپ (آنحضرت صلعم) خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو لا نبی بعدی۔ اس حدیث کو پیش کر کے وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ اس بات کی ہرگز قائل نہ تھیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ لہٰذا لا نبی بعدی کہنا درست نہیں۔ اسی حدیث کو ایک قادیانی مناظر نے جماعت احمدیہ لاہور کے مناظر سید اختر حسین گیلانی کے سامنے ایک مناظرہ میں پیش کر دیا۔ سید صاحب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ مناظر صاحب میں آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان مبارک سے بیان کردہ احادیث پیش کرتا ہوں اور آپ ہیں کہ انہیں ایک عورت کے قول سے جو نبیہ نہیں تھیں رد کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ صاف یہ کہنے کی کیوں جرأت نہیں کرتے کہ حضرت عائشہ صدیقہ آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں نعوذ باللہ فہم قرآن میں افضل تھیں۔ لہٰذا جو تشریح آیت قرآنی کی آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے وہ آپ کو قبول نہیں۔ بڑے ہی ظلم کی بات ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی الٰہی تھے اور جن پر قرآن شریف نازل ہوا تھا اور جن کو حکم ہوا تھا کہ بلغ ما انزل الیک من ربک وان تفعل فما بلغت رسالتہ (مائدہ ۵:۶۷) ان کی احادیث پیش کر رہا ہوں اور آپ ان سے ایک خاتون کے قول کے بل بوتے پر روگردانی کر رہے ہیں۔ گیلانی صاحب مرحوم کے بھرپور حملوں سے ان مناظر صاحب کو دن کے وقت آسمان کے تارے دکھائی دینے لگے اور سوائے خاموشی کے کچھ بن نہ پڑا۔

دراصل حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ آنحضرت صلعم نے جو لا نبی بعدی فرمایا ہے وہ غلط ہے۔ بلکہ آپؓ کے بیان کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ خاتم النبیین اپنی جگہ اتنے واضح اور جامع ہیں کہ وہ لا نبی بعدی کے اضافہ کے قطعاً محتاج نہیں رہتے اور جو جامعیت خاتم النبیین میں پائی جاتی ہے وہ لا نبی بعدی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہ الفاظ صرف نبی کے آنے کی نفی کرتے ہیں مگر خاتم النبیین ایک طرف اس امر کی نفی کرتے ہیں تو دوسری طرف آنحضرت صلعم کے فیض روحانی کا دروازہ بھی امت پر کھولتے ہیں کیونکہ آیت کریمہ میں ابوت جسمانی ختم کر دی گئی ہے مگر ابوت روحانی قیامت تک برقرار رکھی گئی ہے۔ آپؐ اللہ کے آخری رسول ہیں اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مبارک قول کے مطالب اور معانی کو سمجھا نہیں گیا اور یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم کی حدیث اور حضرت ام المومنینؓ کے قول میں کوئی تضاد نہیں۔ اجرائے نبوت کے شائقین اسے صرف اپنی مطلب براری کے لئے غلط رنگ میں پیش کرنے کے عادی ہیں۔

آئندہ صفحات میں حضرت سید صاحب کی کتاب "خاتم النبیین" کے تمہید، باب اول و دوم جن میں انہوں نے قرآن مجید اور حدیث کی رو سے خاتم النبیین کے مطالب اور مفاہیم پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کو آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین ان کے مندرجات سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔ حضرت سید صاحب کی عبارت عربی حوالوں اور رادق اردو لئے ہوئے ہوتی ہے اس لئے اکثر جگہ پر ان کو سمجھنا عام قاری کے بس کی بات نہیں۔ جو قارئین زیادہ تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

بشارت احمد بقا

حضرت مولانا سید محمد احسن امروہی

کتاب ہذا "خاتم النبیین" کے مصنف حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی سلسلہ احمدیہ میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ اپنے ہم عصر علماء ہند میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے اور سلسلہ احمدیہ میں بھی اپنے علم و فضل، زہد و اتقا اور فراست مومنانہ کے باعث نابغہ روزگار تھے۔ چونکہ آپ نے اپنے پیچھے کوئی خود نوشت سوانح حیات نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی اہل قلم بزرگ نے آپ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ اس لئے ہمیں آپ کے تحصیل علم کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ صرف اتنا بخوبی علم ہے کہ آپ نے دین متین اسلام کے جملہ علوم رسمیہ میں کامل دسترس حاصل کی اور آپ علم مناظرہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور آپ کو احسن المناظرین کا لقب حاصل تھا۔

جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو آپ نے علماء ظاہر کے برعکس علم دین کو اپنا ذریعہ معاش بنانا پسند نہ کیا۔ بلکہ آپ نے خلاف توقع وائسرائے کے باڈی گارڈز میں ملازمت اختیار کر لی اور ایک عرصہ اس ملازمت میں گذار دیا۔ مگر آپ کے علم و فضل سے بیشتر علماء واقف تھے جن میں سے ریاست بھوپال کے نواب صدیق حسن خان صاحب کی نگاہ میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس لئے نواب صاحب موصوف کے پیہم اصرار پر آپ نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور سیدھے بھوپال تشریف لے گئے۔ وہاں نواب صاحب نے انہیں مہتمم مصارف ریاست کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ نواب صاحب کی اصل غرض اور خواہش یہ تھی کہ اپنی دینی کتب کی تصنیف و تالیف میں مولانا صاحب کے علم و فضل سے استفادہ کریں اور ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس سلسلہ میں مولانا صاحب نے نواب صاحب سے بھرپور تعاون کیا۔ اسی زمانہ میں آپ کو مولانا محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالوی سے بھی تعارف حاصل ہوا جو گہری دوستی کی صورت اختیار کر گیا۔ وہ بھی بھوپال میں ایک دینی ادارہ کے مہتمم تھے اور علم دین ان کا ذریعہ معاش اور ذریعہ شہرت تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی شہرہ آفاق تصنیف "براہین احمدیہ" شائع ہوئی۔ حضرت سید محمد احسن صاحب علیہ الرحمتہ نے وہ کتاب لاجواب حاصل کی اور گہری نظر سے اس کا مطالعہ کیا۔ مطالعہ کے نتیجہ میں نہ صرف آپ کتاب کے گرویدہ ہو گئے بلکہ اس کے مصنف کے علم و فضل پر اپنا علم و فضل نچھاور کر دیا اور آپ نے یقین کر لیا کہ جس عظیم الشان مجدد کی دنیائے اسلام کو انتظار تھی وہ حضرت مرزا صاحب کی ذات والا صفات میں ظاہر ہو گیا ہے۔ جب حضرت مجدد زمان نے خدا تعالیٰ کا اذن پا کر بیعت لینے کا اعلان فرمایا۔ تو آپ نے بلا حیل و حجت بیعت کرنے میں سبقت فرمائی اور دنیاوی وجاہت اور شہرت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ علماء ظاہر نے حضرت مرزا صاحب پر فتویٰ کفر جاری کیا تو حضرت مولانا صاحب نے اپنے امام ربانی کی تائید میں اور تکفیر المسلمین کی مذمت میں ایک کتاب "اعلام الناس" حصہ اول لکھ کر شائع فرمائی۔ اس کتاب کی تیاری میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی صاحب کا بھی بڑا عمل دخل تھا کیونکہ ایک خفیہ عہد نامہ کے تحت مولوی صاحب نے حضرت سید صاحب کی کتاب کا مسودہ تیار کیا تھا اور اس میں مولوی صاحب کے مشورہ سے کافی رد و بدل کیا گیا۔ ان دونوں حضرات کی خفیہ ملاقاتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے مشتہر کرنا شروع کر دیا کہ مولوی محمد بشیر صاحب بھی حضرت مرزا صاحب کے مرید ہو گئے ہیں مگر اس کا اظہار نہیں کرتے۔ مولوی صاحب عوام کے شور و شر سے گھبرا گئے اور اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لئے حضرت مجدد الوقت کی مخالفت شروع کر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کے بارے میں اپنی کتاب "ازالۂ اوہام" کے اندر جن خیالات کا اظہار فرمایا ان کا مطالعہ قارئین کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"حبی فی اللہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف ریاست، بھوپال۔

مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں۔ بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے۔ حال میں انہوں نے ایک رسالہ "اعلام الناس" اس عاجز کی تائید دعویٰ میں بکمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں۔ انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیئے ہیں۔ تا ناظرین اس کو ضرور دیکھیں" (ازالہ اوہام' باراول ص ۷۸۵)

مذکورہ بالا رائے حضرت امام الزمان نے ۱۸۹۱ء میں شائع فرمائی تھی۔ مگر جن خیالات کا اظہار حضرت اقدس نے سید صاحب موصوف کے بارے میں اپنی کتاب "حقیقتہ الوحی" مطبوعہ ۱۹۰۷ء میں فرمایا وہ اس سے بھی زیادہ ایمان افروز ہیں۔ کیونکہ حضورؑ نے سید صاحب کی قربانی کو اپنی صداقت کا بین نشان قرار دیا تھا۔ آپ نے فرمایا

"ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نعمت اللہ ولی کا وہ قصیدہ دیکھ رہا تھا جس میں اس نے میرے آنے کی خبر بطور پیشگوئی دی ہے اور میرا نام بھی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ تیرہویں صدی کے اخیر میں مسیح موعود ظاہر ہو گا اور میری نسبت یہ شعر لکھا ہے کہ

مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہردو را شاہ سوار می بینم

یعنی وہ آنے والا مہدی بھی ہو گا اور عیسیٰ بھی ہو گا۔ دونوں ناموں کا مصداق ہو گا اور دونوں طور سے دعوے کرے گا پس اس اثناء میں کہ میں یہ شعر پڑھ رہا تھا عین پڑھنے کے وقت مجھے یہ الہام ہوا۔

ازپئے آں محمد احسن را تارک روزگار می بینم

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سید محمد احسن امروہوی اس غرض کے لئے اپنی نوکری جو ریاست بھوپال میں تھی علیحدہ ہو گئے تا خدا کے مسیح موعود کے پاس حاضر ہوں اور اس کے دعویٰ کی تائید کے لئے خدمت بجالاویں اور یہ ایک پیشگوئی تھی جو بعد میں نہایت صفائی سے ظہور میں آئی کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے کمربستہ ہو کر میرے دعویٰ کی تائید میں بہت سی کتابیں تالیف کیں اور لوگوں سے مباحثات کئے اور اب تک اسی کام میں مشغول ہیں۔ خدا ان کے کام میں برکت دے اور اس خدمت کا ان کو اجر بخشے آمین!" (حقیقتہ الوحی 'نشان نمبر ۱۴۸ ص ۳۳۳۔ ۱۹۰۷ء)

حضرت امام الزمان نے تمام علماء ہند کو بالخصوص اور علماء اسلام کو بالعموم حیات و وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر دعوت مناظرہ دی۔ کیونکہ آپ خود اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں وفات مسیح از روئے قرآن و احادیث ثابت کر چکے تھے۔ مگر آپ کے برعکس تمام علماء حیات مسیح کے قائل تھے اور عوام الناس بھی اسی اعتقاد پر قائم تھے۔ "ازالہ اوہام" نے دنیائے مذہب میں ایک تہلکہ مچا دیا اور چار سو شور قیامت برپا ہوا۔ مگر جب علماء کو دعوت مناظرہ دی گئی تو کوئی عالم دین آپ کی دعوت کو قبول کرنے اور مناظرہ پر کمربستہ نہ ہوا اور سب کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا۔ آجا کے ایک مولوی محمد بشیر بھوپالوی حضرت اقدس سے تحریری مناظرہ پر تیار ہوئے مگر جب ان کے ہم خیال علماء نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کون سی قرآنی نصوص صریحہ حیات مسیح کے بارے میں ہیں تو انہوں نے صرف ایک آیت و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ (۴:۱۵۹) پیش کر دی۔ علماء نے اس آیت کو نص صریح نہ قرار دیتے ہوئے مولوی صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بہرحال مولوی صاحب اپنی بات پر اڑے رہے اور آخر دہلی کے مقام پر صرف حیات و وفات مسیح کے موضوع پر ان کا مناظرہ حضرت مجدد زمان سے ہوا جو "مباحثہ الحق دہلی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس مناظرہ میں بھوپالوی صاحب نے منہ کی کھائی۔ مگر اس عبرتناک شکست کے باوجود مولوی صاحب نے اپنے آپ کو فاتح قرار دیا اور بھوپال واپس آکر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ وہ سارے "خطوط مباحثہ الحق دہلی" کے ساتھ منسلک موجود ہیں۔ ان کے متعلق حضرت صاحب مجدد الوقت نے سید صاحب کو ایک خط ۲۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو لکھا۔ اس کا ایک اقتباس ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:

مخدومی و مکرمی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچ کر بدریافت خیر و عافیت خوشی و خرمی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے اور اپنی محبت میں دن بدن ترقی بخشے۔ "رسالہ الحق" چھپ کر آگیا ہے۔ آپ نے جس قدر اس عاجز کی تائید میں لکھا ہے اس کو پڑھ کر نہایت درجہ سرور و فرحت و انشراح خاطر حاصل ہوا۔ جزا کم اللہ خیرا۔ ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔ آپ کی تالیف پر نظر ڈالنے سے بالطبع ہماری جماعت کے لوگوں کو آپ سے محبت پیدا ہو گئی ہے۔ جابجا اس کا تذکرہ محبت اور اخلاص سے ہوتا ہے اور بلاشبہ خدائے تعالیٰ نے اعلائے کلمہ حق کے لئے آپ کو چن لیا ہے۔ مجھے کئی دفعہ

یہ خیال دل میں گزرا ہے کہ وہ حدیث جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کو دیکھا گیا کہ وہ دو آدمیوں کے کاندھے پر اس نے ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہ دو آدمی یہی ہیں (یعنی ایک مولوی نورالدین صاحب اور دوسرے سید محمد احسن صاحب۔ ناقل) جو اپنے پورے جوش کے ساتھ اس راہ میں اپنے تئیں فدا کر رہے ہیں...... لاہور کی جماعت بڑھتی جاتی ہے اور سب بھائی جو داخل جماعت ہیں بڑی محبت سے آپ کو یاد رکھتے ہیں اور آپ کے شکر گذار ہیں۔"

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی علیہ الرحمتہ نے "الحق دہلی" کے دیباچہ میں تحریر فرمایا:

"میرا پکا ارادہ تھا کہ میں معمولاً ان مضامین پر کچھ نوٹ یا ایک مختصر سا ریویو کرتا مگر میرے دلی دوست بلکہ مخدوم و معظم مولوی سید محمد احسن صاحب نے مجھے اس فرض سے سبکدوش کر دیا انہوں نے جیسا اس خدمت کو ادا کیا ہے درحقیقت انہی جیسے فاضل اجل کا حصہ تھا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ میرا یقین ہے کہ یہ ایسا نیک کام ان کے مبارک ہاتھ سے پورا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے رفع درجات کے لئے ایک یہ ہی بس ہے۔ مگر قوی امید ہے کہ ہمارے حضرت سید صاحب موصوف روح القدس سے موئد ہو کر اور بھی بڑے مفید اور منتج ثواب کام کریں گے۔"

ان محولہ بالا تحریرات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت سید صاحب کے علم و فضل کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لے کر سلسلہ کے جید علماء کرام اور احباب جماعت تک سب کے سب مداح بھی تھے اور شکر گذار بھی۔

حضرت مولانا صاحب نے محض اللہ کی رضا اور امام زمانہ کی ہمہ وقت خدمت و معاونت کے لئے ریاست بھوپال کی اعلیٰ اور باعزت ملازمت کو خیرباد کہہ دیا اور دنیا کی دولت کو لات مار کر غربت و افلاس کا جوا اپنی گردن میں ڈال لیا اور قادیان میں آکر بوریہ نشین ہو گئے اور اپنے علم و فضل کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کی بھرپور خدمت کی اور اپنے امام عالی مقام کے الہام کو قولاً اور فعلاً سچ کر دکھایا۔

سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے سے قبل زمانہ میں جو مولانا احسن صاحب کی علماء ہند میں قدر و منزلت تھی اس کا تذکرہ بھی قارئین کرام کی دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ تذکرہ حضرت ممدوح کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اب میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ علماء وقت غیر احمدی بھی خاکسار کے علوم و فنون درسیہ کی مہارت کے قائل اور معتقد تھے۔ حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم بڑی کوشش چھ ماہ تک کرتے رہے کہ وائسرائے کے باڈی گارڈ سے استعفیٰ دے کر ان کے پاس پہنچ جاؤں چنانچہ ان کے بہت اصرار کے بعد وائسرائز باڈی گارڈ سے مجھ کو استعفیٰ دینا پڑا ان کے خطوط میرے پاس موجود ہیں اور بعض ان کی کتابوں میں خاکسار کے علوم و فنون درسیہ کا بڑی قدردانی سے ذکر فرمایا ہے۔ ڈپٹی امداد علی صاحب میرے رسائل کی بڑی قدردانی فرماتے تھے اور رسالہ "مصباح الادلہ لدفع الادلتہ الاذلہ" جو مولوی محمد قاسم نانوتوی کے "ادلہ کاملہ" کا جواب ہے وہ تو ان کی مجلس کا نقل مجلس ہی تھا اور اس کو اکثر اپنی مجالس میں سنا کرتے تھے۔ مولوی عبیداللہ صاحب نو مسلم مولف "تحفتہ الہند" میرے ایسے معتقد تھے جو مابین ان کے اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے کچھ نزاع واقع ہوا ہے تو انہوں نے مجھ کو حکم کیا ہے۔ میرے بعض رسائل پر ان کی تعریظیں موجود ہیں۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب واعظ دہلوی میرا بڑا اعزاز قبل میری بیعت کے کرتے تھے۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی قبل بیعت کے میری تصنیفات کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولوی محمد بشیر بھوپالوی کے رد میں جو رسائل خاکسار نے حضرت اقدس کی تائید میں لکھے ہیں ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی نہیں دے سکے۔ کیونکہ آدمی سچے تھے تو وہ باوجود مخالف ہونے کے یہ اقرار کیا کرتے تھے کہ تمہارے ان علوم کا جواب ہم سے نہیں ہو سکتا۔ (القول المجد ص ص ۱۲۲۔۱۲۳)

مولانا سید محمد آل حسن صاحب مولف "نخبة التواریخ" نے حضرت مولانا صاحب کے شرف خاندان اور شرف نسب کے متعلق یوں تحریر کیا ہے:

"جملہ ایشاں در محلہ کوٹ سکونت می دارند و بعضے در سرائے شاہ علی۔ در ایشاں مولوی سید محمد احسن ذی علم و مستعد و واعظ نیکو و با اخلاق ست در عمل بالحدیث بترک تقلید ید طولیٰ می دارد دریں باب رسائل تالیف فرمودہ"

(نخبة التواریخ ص ۷ امطبوعہ عمدۃ المطابع' امروہہ)

اسی طرح حضرت سید احسن صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب مفسر امروہی جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد رشید تھے اور سید صاحب کے بوجہ احمدی ہو جانے کے سخت مخالف تھے' کے بارے میں لکھا ہے کہ رؤسائے امروہہ جن میں وقار الملک صاحب بہادر بھی تھے نے ایک دعوت میں ہم دونوں کو مدعو کیا اور درخواست کی کہ مولوی صاحب مجھ سے سلسلہ احمدیہ کی نسبت گفتگو کریں۔ مگر مولوی صاحب کو مجھ سے گفتگو کی جرات نہ

ہوئی۔ یہی مولوی صاحب مباحثہ رامپور میں بھی مباحثہ سے کنی کترا گئے تھے اور اپنی جگہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کو حضرت مولانا صاحب امروہی کے بالمقابل کھڑا کر دیا تھا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے جو رسالہ "ادلہ کاملہ" تالیف کیا تھا جس کا جواب حضرت مولانا محمد احسن صاحب نے اپنے تالیف کردہ رسالہ "مصباح الادلہ لدفع الادلتہ الاذلہ" میں دیا تھا اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" جلد ۲ نمبر ۶ ماہ جون ۱۸۷۹ء میں حضرت سید صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا تھا:

"رسالہ مصباح الادلہ لدفع الادلتہ الاذلہ" تالیف شریف مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی بجواب "ادلہ کاملہ" حضرت مولوی محمد قاسم نانوتوی جس کا مژدہ میں "اشاعۃ السنۃ" نمبر چہارم جلد دوم میں سنا چکا ہوں مدت سے چھپ کر شائع ہو رہا ہے۔ طالبین دین و متبعین سنت سید المرسلین اس رسالہ کو نقد جان دے کر بھی خریدیں تو ارزاں ہے۔ میں اس رسالہ کو اکثر لوگوں کے حق میں اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کی نسبت زیادہ مفید سمجھتا ہوں اور اس کے خریدنے کو اس کی خرید سے مقدم جانتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی کی مثل کو میں سنا کرتا تھا پر جیسا اس کا مشاہدہ اس رسالہ میں کیا ہے کہیں آگے نہیں کیا۔ مسائل کا کوئی طالب ہو تو اس میں دیکھ لے۔ مناظرہ کا ڈھنگ سیکھنا ہو تو اس سے سیکھے۔ طرز ظرافت مہذبانہ معلوم کرنا ہو تو اس سے کرے" (بحوالہ القول الممجد ص ۱۲۴)۔

متذکرہ بالا تحریرات سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے قبل حضرت سید محمد احسن صاحب علماء ہند میں قبولیت عام حاصل کر چکے ہوئے تھے اور وہ انہیں بڑی عزت و تکریم سے دیکھتے تھے اور ان کے علم و فضل کی گہرائی اور گیرائی سے خوب واقف تھے اور آپ سے یہاں تک مرعوب تھے کہ سلسلہ احمدیہ کے بارے میں ان میں سے کسی نے بھی آپ سے گفتگو کرنے کی کبھی جرات نہ کی تھی۔

حضرت مولانا صاحب متعدد کتب و رسائل کے مصنف تھے اور عمر بھر کوئی عالم دین آپ کے علم و فضل اور دلائل و براہین کے آگے نہ ٹھہر سکا۔ حضرت ممدوح کی تالیف کردہ کتب کی تعداد کم و بیش تیس ہے جو مختلف النوع دینی مسائل کا بیش قیمت خزانہ ہیں اور ہر کتاب اپنے دلائل کے لحاظ سے لاجواب اور بے نظیر ہے۔

حضرت اقدس مجدد زمان کی وفات کے بعد آپ کا قادیان میں قیام مستقل نہیں رہا۔ بلکہ آپ اپنے وطن مالوف امروہہ میں بھی جا کر قیام پذیر ہوتے تھے اور بوقت ضرورت قادیان بھی تشریف لاتے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات کو ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ ماہ اپریل ۱۹۰۹ء میں نواب صاحب ریاست رامپور نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ احمدی اور اہل سنت علماء کے مابین ان کی روبکاری میں ایک مناظرہ ہو۔ ان کی یہ خواہش جناب ذوالفقار علی خان صاحب کے توسط سے تحریری طور پر قادیان پہنچی۔ خیال یہ تھا کہ چونکہ مناظرہ ایک عالی وقار شخصیت کی موجودگی میں منعقد ہو گا اس لئے یہ ضرور مفید خاص و عام ہو گا۔ اسی خیال کے پیش نظر نواب صاحب کی خواہش کو درخور اعتناء سمجھا گیا۔ حضرت مولانا نور الدین خلیفہ اول نے مباحثہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور حضرت مولانا صاحب امروہی کو بطور مناظر مقرر فرمایا۔ مولانا صاحب کے ساتھ مولوی سید سرور شاہ صاحب' حافظ روشن علی صاحب اور ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحبان بطور معاون رامپور بھیجے گئے۔ سید صاحب کا گمان غالب یہ تھا کہ چونکہ مناظرہ بڑا اہم اور دور رس نتائج کا حامل ہو گا۔ اس لئے اہل سنت کی جانب سے مولانا محمد حسن صاحب بھوپالی ان کے ضرور مدمقابل ہوں گے۔ لیکن جب آپ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں رامپور پہنچے تو آپ کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ نہ طے شدہ شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ ہی کوئی اہل علم شخص کو مناظر مقرر کیا گیا ہے۔ بلکہ علم و فضل سے بے بہرہ مولوی ثناء اللہ کو کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جس کی حیثیت محض ایک پھبتی باز اور تمسخر گو شخص کی تھی۔ بہرکیف یہ مناظرہ ہوا اور جن نتائج کی توقع تھی وہ نہ نکلے لیکن حضرت سید صاحب نے اس مناظرہ کی روئیداد قلمبند کر کے دسمبر ۱۹۰۹ء میں شائع کر دی تاکہ ایسے افراد جو جویائے حق ہیں اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس رسالہ میں حضرت سید صاحب نے بحث نبوت جزوی تابع نبوت کلی جو مباحثہ مذکور کی تقریب میں بطور نوٹ کے لکھی تھی شائع فرمائی جو صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۳۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔ میں ہر احمدی بھائی کو بالخصوص اور غیر احمدی احباب کو بالعموم اس کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں۔ تاکہ ان پر پوری طرح منکشف ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب محض نبوت جزوی کے دعویدار تھے جو اولیاء امت کو ملتی رہتی ہے اور آپ ہرگز اس نبوت کے مدعی نہ تھے جو براہ راست خدا تعالیٰ سے انبیاء کو ملتی رہی ہے اور جس کا خاتمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکا ہے۔ یہی مذہب ساری جماعت احمدیہ کا حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کے زمانہ تک تھا اور اس عقیدہ میں اختلاف مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دور خلافت میں پیدا ہوا۔ اس بات کا بین ثبوت یہ ہے کہ

جب نئی نبوت کا تانابانا بنا جانے لگا تو انہی ایام میں مولوی ظہورالدین اکمل نے جو رسالہ "تشحیذ الاذہان" قادیان کے ایڈیٹر تھے اور مرزا محمود احمد صاحب کے غالی مرید اور کٹر حامی تھے حضرت سید صاحب کی خدمت میں ایک خط فروری ۱۹۱۵ء کو امروہہ تحریر کیا اور لکھا کہ "میں نے مباحثہ رامپور کو پھر پڑھا۔ فی الواقعہ اس میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی جزوی نبوت پر زور دیا ہے مگر میرا خیال ہے کہ آپ کی اس سے یہ مراد نہیں۔ اس میں تمام نبوت کی شان نہیں پائی جاتی بلکہ یہ صاحب شریعت نبی کے مقابل میں لفظ بولا گیا ہے۔ یعنی اس اعتبار سے جزوی کہ اس میں شریعت نہیں۔ مگر ایک شعبہ اور قوی ہے صفحہ ۷۰ بحث نبوۃ مباحثہ رامپور "بعینہ اسی طرح پر نبیین بھی ہوئے اور ہوتے رہیں گے جن سے مراد وہ افراد کاملین امت کے ہیں جن کو الہامات و مکاشفات بکثرت ہوتے ہیں چنانچہ اس امت محمدیہ میں جو خیرالامم ہے ایسے افراد ملہمین کے بکثرت پیدا ہوئے اور آئندہ کو بھی ہوتے رہیں گے۔" آپ کی اس عبارت سے واضح ہے کہ آپ مسیح موعود کے سوا اور اولیاء امت محمدیہ کو بھی نبی کے خطاب کا مستحق سمجھتے ہیں اور پھر آخر میں لکھا کہ آپ اس اشکال کو رفع فرمائیں اور اپنے عقیدہ میں تغیر اور اس کے متعلق ایک مختصر سی تحریر فرمادیں تاکہ لوگوں کا وہم دور ہو کہ مولانا فاضل احسن سلمہ کا کچھ اور مذہب ہے۔"

اکمل صاحب کے مکمل خط کی فوٹو کاپی اخبار پیغام صلح لاہور مجریہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۷ء میں شائع کردی گئی تھی تاکہ عوام کو آگاہی ہو جائے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ خلافت میں مرزا محمود احمد صاحب نے ایک پارٹی انصار اللہ کے نام سے قائم کرلی تھی اور یوں اپنی خلافت کی داغ بیل ڈالنی شروع کردی تھی۔ مولانا سید محمد احسن صاحب ان کے اندرونی مقاصد سے بالکل بے خبر تھے۔ خلیفہ اول کی علالت کے ایام میں وہ قادیان تشریف لائے۔ ان کی موجودگی میں ان کا انتقال ہوا اور جانشین کے انتخاب کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مولانا احسن صاحب نے مرزا محمود احمد صاحب کا نام خلافت کے لئے تجویز کیا۔ لوگ پہلے ہی پوری تیاری کئے بیٹھے تھے۔ پورے مجمع نے تجویز کی پرزور حمایت کی اور مرزا محمود احمد صاحب کرسی خلافت پر متمکن ہو گئے۔ ایک گروہ کو ان کے غالیانہ عقائد سے شدید اختلاف تھا۔ وہ انہیں خلیفہ تسلیم کرنے پر رضامند نہ ہوئے اور قادیان کو خیرباد کہہ کر خالی ہاتھ لاہور تشریف لے گئے اور وہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل نو شروع کی۔ قادیان میں مرزا محمود احمد صاحب کے لئے میدان صاف تھا۔ انہوں نے جو تقاریر کا سلسلہ شروع کیا تو ان میں اپنے غالیانہ خیالات کا خوب کھل کر اظہار کیا اور صاف اعلان کیا کہ میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے" (انوار خلافت ص ۱۸)

اسی طرح انہوں نے یہ بھی اظہار کیا کہ حضرت مرزا صاحب ظلی' بروزی یا جزوی نبی نہیں تھے بلکہ حقیقی نبی تھے اور اپنی شان نبوت میں حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل تھے اور فی الحقیقت آپ ہی اس امت محمدیہ میں زمرۂ انبیاء کے فرد گزرے ہیں اور آپ کا منکر کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس سلسلہ میں خلیفہ صاحب نے جو تقاریر کیں وہ "انوار خلافت" "برکات خلافت" اور "آئینہ صداقت" کے نام سے طبع ہوئیں اور جو کتابیں لکھیں وہ "القول الفصل" "حقیقتہ الامر" اور "حقیقتہ النبوت" تھیں۔

مولانا محمد احسن صاحب خلیفہ کے انتخاب کے بعد اپنے وطن امروہہ چلے گئے تھے۔ کیونکہ اکثر اوقات بیمار رہتے تھے اور انہیں فالج کا عارضہ بھی لاحق ہو چکا ہوا تھا لیکن جب خلیفہ صاحب کی تقاریر اور کتب کا آپ کو علم ہوا اور ان کا آپ نے مطالعہ کیا تو انہیں سخت بے قراری ہوئی اور باوجود علالت کے محض اعلائے کلمتہ الحق کے لئے آپ نے کمر ہمت باندھی اور سب سے پہلے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ سورۂ صف کی آیت اسمہ احمد کے اصل مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک کتاب "القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد" تصنیف فرمائی اور جون ۱۹۱۶ء میں طبع کرا کر شائع کردی۔ اس کتاب میں آپ نے قرآن شریف' احادیث نبوی اور اقوال آئمہ اور تحریرات حضرت مسیح موعود سے پچیس براہین پیش کر کے روز روشن کی طرح ثابت کردیا کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت مرزا صاحب کا الہامی نام بھی غلام احمد قادیانی ہی تھا اور ان کا اپنا دعویٰ بھی یہ تھا۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

پھر اسی کتاب میں آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ حضرت مرزا صاحب صرف ظلی' مجازی اور جزوی نبی تھے اور یہ شان صرف اولیاء امت محمدیہ کی ہے۔ نبوت حقیقی و کلی کا آنحضرت صلعم پر خاتمہ ہو چکا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے کلام میں انہیں خاتم النبیین قرار دے چکا ہوا ہے۔ اسی کتاب کے ٹائٹل پیج پر آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کے خط کا اقتباس شائع کیا جس میں انہوں نے یہ لکھا:

"جناب کا دوسرا خط جو حضرت مسیح موعود کے درجہ کے متعلق تھا اس نے کسی مزید تحریر کی ضرورت نہیں رکھی کیونکہ اس سے آپ کے اور میرے مقامات (یعنی اختلافات) بالکل تبدیل ہو گئے ہیں کیونکہ ظلی اور بروزی نبوت کے ہم دونوں قائل ہیں۔"

اور آگے چل کر لکھا:

"اسمہ احمد تو ایک پیشگوئی ہے اور تعین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اسے تو میں اتنی عظمت نہیں دیتا۔"

یہ کتاب قادیان پہنچی مگر خلیفہ صاحب سے لے کر تمام علماء قادیان سے اس کا جواب نہ بن پڑا بلکہ کامل سکوت اختیار کیا گیا مگر عملاً ان حضرات کا موقف نہ بدلا۔

حضرت مولانا صاحب نے ایک اور کتاب تحریر فرمائی جس کا نام آپ نے "اظہار النصائح فی رد المخذیات و الفضائح" رکھا اور اسے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے دسمبر ۱۹۱۶ء میں شائع کیا اور اس میں خلیفہ صاحب کی تقاریر کے مجموعہ "انوار خلافت" میں بیان کردہ عقائد کو بدعات میں داخل کیا اور شریعت دین اسلام کے لئے سخت خطرناک قرار دیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کل امت محمدیہ کو ایسے عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے۔

انگریز کے زمانہ میں تمام افراد کو مذہبی آزادی حاصل تھی جو کچھ کسی کے منہ آتا تھا کہہ دیتا تھا۔ خلیفہ صاحب نے بھی بری تعلیاں ماریں اور ساری دنیا میں انہیں سوائے اپنے اور مٹھی بھر مبایعین کے کوئی مسلمان دکھائی نہ دینے لگا۔

بہر کیف حضرت سید صاحب کی اس کتاب سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۶ء تک جو کچھ زبانی اور تحریری بیان کیا تھا اور جو جماعت کے مسلمہ مسلک میں تغیر و تبدل کیا تھا اس کو سید صاحب نے مخزیات اور فضائح قرار دیا تھا اور اپنی اس کتاب کے ذریعہ ان سب کی بڑے عالمانہ اور فاضلانہ رنگ میں تردید فرمائی تھی۔

ان کتب کے علاوہ آپ نے خطوط کے ذریعے بھی خلیفہ صاحب پر اتمام حجت کا سلسلہ جاری رکھا تھا بلکہ بیماری کی حالت میں قادیان بھی تشریف لے گئے تاکہ جماعت کے دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف کا خاتمہ ہو اور جماعت پھر سے اپنے اصل عقائد پر قائم ہو جائے۔ آپ کے خطوط اخبار "پیغام صلح" میں برابر چھپتے رہے اور غالباً ۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء کا خط جو زیر نظر کتاب کے آخر میں چھپا ہے وہ آپ کا آخری خط ہے جس کے جواب میں قادیان نے کامل سکوت اختیار کیا۔

حضرت سید صاحب نے آخری حجت کے لئے اور مسئلہ نبوت کو از روئے قرآن و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پوری شرح اور بسط سے بیان کرنے کے لئے زیر نظر کتاب "خاتم النبیین" تالیف فرمائی۔ یہ کتاب کیا ہے علم و فضل کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ جسے آپ نے نہایت ہنرمندی سے ایک کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کی عام تشہیر اور اشاعت کا خاطر خواہ اہتمام ہو تاکہ عامتہ المسلمین میں جو یہ غلط فہمی قادیانی جماعت نے پھیلا رکھی کہ حضرت مرزا صاحب واقعتاً "مدعی نبوت تھے اور یہی عقیدہ تمام احمدیوں کا ہے۔ اس کا کماحقہ ازالہ ہو سکے۔ میری نظر سے اب تک کوئی دوسری کتاب نہیں گزری جس میں کسی عالم دین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث دربارہ ختم نبوت کو یکجا کر کے مع حواشی شائع کیا۔ اس لئے یہ کتاب جس طرح ۱۹۲۲ء میں منفرد تھی آج بھی منفرد ہے اور ختم نبوت کے مسئلہ پر حرف آخر کا حکم رکھتی ہے۔

حضرت سید صاحب نے اپنی کتاب کے ذریعے سلسلہ احمدیہ کی جو بے نظیر خدمت سرانجام دی ہے وہ آب زریں سے لکھنے کے قابل ہے اور موجودہ وقت تقاضہ کرتا ہے کہ آپ کی تصنیفات کو زندہ و سلامت رکھا جائے اور موجودہ نسل کو ان کے علم و فضل سے روشناس کیا جائے تاکہ جو جواہر ریزے ان کی کتب میں بکھرے پڑے ہیں انہیں وہ اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔

حضرت سید صاحب کی باقی کتب کی مانند زیر نظر کتاب میں بھی یہ کمی پائی جاتی ہے کہ نہ قرآنی آیات اور نہ ہی احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے اس لئے عربی سے ناآشنا قارئین کے لئے مضمون کو سمجھنے میں خاصی دشواری پیدا ہوتی ہے اور وہ کامل طور پر محظوظ نہیں ہو سکتے۔

ذیل میں صرف احادیث اور ان کے مختلف طریق سے روایتوں کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عام لوگ حضرت سید صاحب کی اس کاوش سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔

حضرت سید صاحب کا انتقال ۱۸ جولائی ۱۹۲۶ء کو بعمر چورانوے برس ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہرگز نمیرد آنکس کہ زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ضروری اعلان ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء

صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے غلط عقائد کے بارے میں

حضرت مولانا محمد احسن امروہی کا ایک اہم اعلان

ایھا الاحباب۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ آپ سب صاحبان کو علم ہے کہ ۱۹۱۴ء کے اوائل میں حضرت خلیفہ المسیح مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کر لیں تاکہ وحدت قومی قائم رہے مجھے اس وقت تک علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد واقع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں خود اس بات کا مجوز تھا کہ صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ اس وقت جو کچھ اختلاف عقائد کا چرچا تھا اس کو میں نے اس وجہ سے کہ صاحبزادہ صاحب کے مضامین "تشحیذ الاذہان" وغیرہ میری نظر سے نہ گزرے تھے ایک معمولی امر سمجھا بعد میں جب اس اختلاف نے ترقی کی اور طرفین نے ایک دوسرے کے عقائد پر روشنی ڈالی تو اس میں میری تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا۔ یعنی ہمارے احباب لاہور نے اس بات کو پیش کیا کہ میری تحریروں مثل "ستہ ضروریہ" وغیرہ میں جو بعد وفات حضرت مسیح موعود لکھی گئی تھی۔ انہی عقائد کا اظہار ہے جو وہ رکھتے ہیں۔ اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا جس میں اس امر کی طرف توجہ دلا کر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد کو تبدیل کرو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ جب اس طرح پر مجھ جیسے لوگوں کو تبدیل عقائد کے لئے لکھا جاتا ہے تو بیچارے عوام الناس کا کیا حال ہو گا۔ وہ تو قادیان کے اخبارات کے رعب میں آ کر خاموش ہو جاویں گے۔ اس کے بعد قادیان کے اخباروں میں غلو کی ترقی دیکھ کر میں نے اندر اندر ہی اصلاح کی کوشش کی۔ مگر میرے خطوط پر کوئی توجہ نہ ہوئی۔ دوسری طرف کچھ سوالات احباب کی طرف سے بکثرت مجھ پر شروع ہو گئے اور رویائے صادقہ کے ذریعہ سے بھی مجھے ہدایت ہوئی کہ اب علی الاعلان صاحبزادہ صاحب کو سمجھانا ضروری ہے چنانچہ اس پر میں نے "القول الممجد" نام ایک رسالہ لکھا جس میں میں نے دلائل سے ثابت کیا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعود کے خلاف ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی بلکہ بجائے اس کے مجھے وہی خطاب دیئے گئے جو ہمیشہ ایسے وقت حق کے لئے آواز اٹھانے والوں کو دیئے جاتے ہیں۔ کبھی یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے روپیہ لے لیا ہے۔ حالانکہ مسیح موعود کی زبان پر اللہ تعالیٰ میری نسبت شہادت دے چکا ہے۔

از پئے محمد احسن را تارک روزگار می بینم

یعنی مسیح موعود کی حمایت اور تائید اور تصدیق کے لئے محمد احسن کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے ذریعہ معاش پر بھی لات مار دے گا۔ یہ میں محض تحدیث بالنعمتہ کے طور پر اور اس جھوٹے الزام کی وجہ سے یاد دلاتا ہوں جو مجھ پر کیا گیا۔ پھر میری نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ میرے حواس ٹھیک نہیں رہے اور اب تک چار پانچ ماہ سے میر ناصر نواب صاحب اسی خیال کو مختلف جماعتوں میں پھیلا رہے ہیں۔ ان باتوں کو میں محض اس لئے ذکر کرتا ہوں کہ میری نصیحت کا اثر صاحبزادہ صاحب پر کچھ نہ ہوا اور نہ صرف خود میری کتاب کی طرف توجہ نہ کی بلکہ جماعت کو بھی مختلف ذرائع سے اس کتاب کو پڑھنے سے روکا گیا۔ اب میں اپنی طرف سے اتمام حجت کر چکا چونکہ حضرت مسیح موعود اپنے زمانہ میں بھی حسب شہادت الہام الٰہی۔

از پئے محمد احسن را تارک روزگار می بینم

اپنی تائید اور تصدیق کے لئے مجھے امر فرماتے رہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اپنے سامنے حضرت کے خلاف عقائد کی تعلیم دیکھ کر خاموش رہوں جس میں اسلام کے اندر ایک فتنہ عظیم پیدا ہوتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دوں گا اور حدیث میں ہے الساکت عن الحق شیطان اخرس اور میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ میری خاموشی کی وجہ سے دوسرے گمراہ نہ ہوں۔ پس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس کے حضور جوابدہی کے وقت کا خوف کرتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ صاحبزادہ بشیرالدین محمود صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر

ہونے کے میرے نزدیک ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا عزل کرکے عنداللہ و عند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور بحکم لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اور حسب ارشاد الٰہی قال و من ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین (۲:۱۲۴) اپنی بریت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہی اطلاع پہنچا دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ (۱) سب اہل قبلہ کافر اور خارج از اسلام ہیں (۲) حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نبی یعنی محدث نہیں (۳) اسمہ احمد کی پیشگوئی جناب مرزا صاحب ہی کے لئے ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نہیں اور اس کو ایمانیات سے قرار دینا عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنے کے ہیں جس کے دور کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کو بھی ترک کر دینا ہے۔ میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ معتقدین کی بھی کثرت رائے ہے یعنی اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے سات ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے ساتھ شامل نہیں۔ یہ امر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھا گیا ورنہ احباب لاہور میں سے اگر کوئی بھی میرا شریک نہ ہو تو مجھے پرواہ نہیں رب لاتذرنی فرداً و انت خیر الوارثین (۲۱:۸۹) مجھ کو دعا سکھائی گئی اور علاوہ اس فساد دین کے دنیوی طور پر بھی فساد انتظامات خلافت میں واقع ہو چکا ہے جس کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اس لئے میں یہ اعلان کرکے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد۔

لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء — سید محمد احسن امروہی عفی اللہ عنہ
بقلم خود

نوٹ:۔ جو شخص مسائل متنازعہ پر مفصل بحث دیکھنا چاہے وہ میری کتاب "القول الممجد" اور "اظہار النصائح" میں دیکھ سکتا ہے۔

خط ۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء

آخری خط حضرت مولانا محمد احسن امروہی بنام صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب

ذیل میں حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کا وہ خط درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے اپنے قیام قادیان کے آخری ایام میں جبکہ وہ ہر دو فریق کے مابین صلح کرانے کی غرض سے جناب میاں محمود احمد صاحب کے بلانے پر وہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے' میاں صاحب کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں دس وجوہات اس امر کے متعلق پیش کئے تھے کہ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت نبی کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہئے۔ اس خط کا جواب باوجود حضرت مولانا ممدوح کے یاددہانی کے اب تک میاں صاحب نے نہیں دیا۔ اس سے پہلی خط و کتابت اخبار "پیغام صلح" میں پہلے شائع ہو چکی ہے۔

سیکریٹری 'احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' لاہور۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رَسُوۡلہ الکریم

عزیز محترم حضرت صاحبزادہ صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

باوجود پیری نود سالہ و مرض فالج و دیگر امراض عارضہ کے آپ کی توجہ سے میں یہاں حاضر ہو گیا۔ جس کے لئے خاکسار کو کچھ تحریکات روحانی و جسمانی بھی ہوئی تھیں اور قیام کو بھی ڈھائی ماہ ہو گئے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں کچھ زیادہ بھی قیام کیا کرتا تھا۔ مگر اس وقت حضرت اقدس نے اپنی قدردانی سے میرے ذمہ کچھ کام مثل اعتراضات مخالفین کا جواب دینا اور سلسلہ احمدیہ کی تائید میں کتب کا لکھنا کیا تھا مگر اب کوئی خدمت بسبب مرض فالج و دیگر امراض کے نہیں کر سکتا۔

آپ سے عرض کرنا گویا حکمت بلقمان آموختن ہے۔ مگر جناب کو معلوم ہی ہو گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں وصیت کی طرف بڑی توجہ فرمائی ہے۔ اول تو یوصیکم اللہ فرمایا اور متعدد جگہ من بعد وصیۃ اس ترکہ میں فرماتا ہے جس کا پہنچنا وارث کو ضروری ہو جاتا ہے۔ خصوصاً وصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہ اس کی تعمیل ہر احمدی پر ضروری ہے۔ علی الخصوص خلیفہ جماعت احمدیہ پر۔ اس لئے حضرت اقدس کی عبارت الوصیت و حکمی فرمان و عبارت حقیقت الوحی اور نیز بعض دیگر کتب میں توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ وھو ھذا۔

"مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔" (الوصیت صفحہ ۱۱)۔ "اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے امتی۔" (حاشیہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۵۰)۔ اور ایک حکمی فرمان ہے جو اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳' ۱۸۹۹ء میں طبع ہوا ہے۔ "اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدائے تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"۔

مگر اس اعلان کے خلاف حضرت اقدس کا کوئی حکم نہیں ملتا کہ جس میں یہ تحریر ہو کہ اب معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات کے استعمال میں اب کچھ حرج نہیں اور اس کے خلاف "الفضل" میں جو قریب تین ہزار کے ہر ہفتہ شائع ہوتا ہے اور دیگر ایک پوسٹر جلی قلم سے طبع ہوا ہے اور نیز دیگر مضامین میں کہ "دنیا میں ایک نبی آیا"۔ یا یہ لکھنا کہ "یہ تقرر اصطلاحات نہ تو از روئے قرآن کریم ہے اور نہ از روئے وحی اللہ۔

اول تو خلاف ہے ان متعدد احادیث کے جو صحیحین میں مذکور ہیں۔ ان کے لکھنے میں طوالت ہو گی۔

دوم آنحضرت صلعم نے متعدد پیرایوں میں کہیں بنیان کی تمثیل دے کر کہیں الا انہ لیس بعدی نبی فرما کر اور کسی جگہ ختم بی النبیون ارشاد کر کے اور کسی جگہ خاتم النبین فرما کر جس کے معنی آپ نے اپنے مضمون "نجات" مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۵ شمارہ نمبر ۴' ۱۹۱۰ء میں یہ لکھے ہیں۔ پھر چوتھی آیت جس میں آنحضرتؐ کے عہد کی میعاد بیان کی گئی ہے کہ کب تک آپ کا مذہب قائم رہے گا یہ ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیما (۳۳:۴۰) یعنی نہیں ہیں آنحضرت صلعم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول بھی کیسے کہ خاتم النبین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے اور کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبین ہیں اور آپؐ کے بعد اب کوئی شخص نہیں آئے گا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاوے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے۔ بلکہ جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملے گا۔ اس طرح خدائے تعالیٰ نے بتادیا کہ آپؐ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے

ہے بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئے گا......" اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ کان اللہ بکل شی علیماً مگر بظاہر اس جگہ اس کا جوڑ کوئی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر باتیں فرمائی ہیں وہ ظاہر ہیں ان کے لئے یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ کچھ ضروری نہ تھا سو اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرتؐ سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گزرے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دیکھیں۔ بلکہ کوئی صدی نہیں معلوم ہوتی کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو چنانچہ کرشن، رام چندر، بدھ، کنفیوشس، زرتشت، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تو ایسے ہیں کہ جن کے پیرو اب تک دنیا میں موجود ہیں اور بڑے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں اور ہر ایک اپنی ہی سچائی کا دعویٰ پیش کرتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپؐ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپؐ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپؐ کے دعویٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس کی طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شی علیما یعنی ہم نے آپؐ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیش گوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ انتہی اور شارحین حدیث نے آپؐ کا نام عاقب بتا کر اور کسی جگہ ختم بی الرسل فرما کر اور کہیں اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (۵:۳) ارشاد کر کے ہدایت فرمائی پس اس لئے بھی مناسب نہیں۔

سوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام کتب میں اس قرات کو نہیں لکھا بلکہ جہاں یہ الہام درج کیا ہے لفظ نذیر لکھا ہے اور صرف اس لئے کہ اس کی قرات ایک نبی بھی ہے ایک دو جگہ لکھ دیا ہے مگر اس کی یہ تشریح کر دی ہے کہ عام محاورات میں اس کا استعمال مناسب نہیں۔ پس اس لئے بھی "الفضل" وغیرہ میں اس قسم کے مطلق الفاظ لکھنا مناسب نہیں۔

چہارم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اختلاف قرات قرآنی والے قرآنوں کو جلا دیا۔ کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ تھا اور یہ عذر ٹھیک نہیں ہے کہ وہ قرات قرآنی نہیں تھی ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ اتقان بلکہ کتب صحاح کو۔ عبارت کے لکھنے میں طوالت ہو گی اس لئے ترک کیا گیا۔ جناب کو معلوم ہوں گی۔ پس اس لئے بھی مناسب نہیں۔

پنجم یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ ۲۲ یا ۲۳ جگہ قرآن شریف میں آنحضرت صلعم کو نبی کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے اور جناب نے اپنے عنایت نامہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کی تساوی کا دعویٰ کرنے والا دائمی نجات سے محروم ہے اور لعنتی ہے پس اس قسم کے مطلق الفاظ سے عام محاورات میں تساوی لازم آتی ہے۔ اس لئے بھی مناسب نہیں۔

ششم اناجیل میں بھی ہے جب یہود نے سوال کیا کہ کیا تو وہ نبی ہے۔ یہ اسی نبی کی طرف اشارہ ہے جو خاتم الانبیاء اور عاقب کے اسم کے ساتھ موسوم ہے کہ و العاقب الذی لیس بعدہ نبی خواہ قول شارح حدیث کا ہو یا کسی محدث کا ہو اس لئے بھی جائز نہیں۔

ہفتم فتوحات مکیۃ صفحہ ۶۴ جلد دوم میں بھی لکھا ہے اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلعم علمی طور پر اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ فانہ زال التشریح المسئول من عند اللہ بالوحی بعدہ صلعم فلا یشرع احد بعدہ شرعا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔" ایام الصلح صفحہ ۸۷۔ پس اس لئے بھی یہ جائز نہیں۔

ہشتم ہر ایک علم میں التباس سے پرہیز کرنا ضروری ہوتا ہے اس کا اہل علم کو بڑا اہتمام ہے اس لئے بھی رفع التباس کے لئے جائز نہیں۔

نہم۔ اللہ تعالیٰ وصیت کے لئے عام مومنین متقین کو فرماتا ہے۔ جو بمعہ تفسیر عبارت تبصیر الرحمان جلد اول ص ۸۱ سے لکھی جاتی ہے ثم اشار الی ان من البر الوصیۃ واخرھا عن القصاص لانھا من اسباب بقاء الحیوۃ والقصاص کنفیھا فقال کتب علیکم ای فرض علیکم و کان قبل ایۃ المیراث فلما نزلت نسخت شرعیتھا فی حق الوارث و وجوبھا فی حق الکل و لم یقل ھھنا (یاایھا الذین امنوا) لانھا من مقتضیات طبع الانسان فلا تتوقف علی الایمان (اذا حضر احد کم الموت) ای ظھرت امارتہ (ان ترک خیرا) ای مالا فاضلا عن مون تجھیزہ و دیونہ الوصیۃ (للوالدین و الاقربین) ای لمن وجد منھم و لم یکونوا یورثونھم (بالمعروف) فلا بفضل الغنی علی الفقیر و اذا اوصی صار ذالک (حقا) لازماً تقریرہ علی المتقین و ان لم یبال بہ الفاسقون فلیس لاحد تغییرہ (فمن بدلہ) ای غیرہ من الاولیاء و الاوصیاء و الشھود (بعد ما سمعہ) من المحتضر و ان لم یکن بہ شھود فانما (اثمہ علی الذین یبدلونہ) لا علی من حکم بقولھم (ان اللہ سمیع) لاقوال المبدلین (علیم) بمقاصدھم فلو

قصدوا بالتبدیل خیرا (فلا اثم علیه) کما قال (فمن خاف من موص جنفا) غلطا (او اثما) حیفا (فاصلح بینهم) ای بین الموصٰی لهم باالجرائهم علی نهج الشرع (فلا اثم علیه) لانه بدل الباطل بالحق بل یرجی غفران ذنب الموصی (ان الله غفور رحیم)۔

ترجمہ: ”پھر ارشاد فرمایا کہ وصیت ایک نیکی ہے اور بعد میں قصاص کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ یہ زندگی کی بقا کے اسباب میں سے ہے اور قصاص اس کی نفی کرتا ہے۔ پس فرمایا آپ پر فرض کیا گیا ہے یعنی تم پر لازم کیا گیا ہے اس سے پہلے میراث کی آیات ہیں۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی وارث کے حق میں اس کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کا واجب ہونا بھی منسوخ کر دیا گیا (فی حق کله جملہ حقوق میں) یہاں پر یہ نہیں کہا گیا ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو“ کیونکہ یہ انسان کی طبع کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پس اس کو ایمان کے ساتھ شامل نہیں کیا گیا“۔ اذا حضر احد کم الموت یعنی جب تم پر موت وارد ہو یعنی اس کے آثار ظاہر ہو جائیں ان ترک خیر یعنی مال کثیر چھوڑ جائے جو اس کے تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہو۔ الوصیة للوالدین والاقربین ان میں سے جو بھی موجود ہو اور ان کی وراثت کا حصہ ان کو صحیح طریق پر مل رہا ہو۔ کسی غریب کو کسی امیر پر کوئی فضیلت نہیں اور جب وحی نازل ہو گئی تو متقیوں پر ان کا عملدر آمد کروانا لازم ہو گیا۔ اور فاسق ان کی پرواہ نہ کریں گے۔ اس میں ردوبدل کرنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ ”جس نے اسے تبدیل کیا یا اس میں رد وبدل کیا“ یعنی وہاں پر موجود رشتہ داروں، وصیت میں شامل لوگوں اور گواہوں نے اس کو سننے کے بعد اس میں ردوبدل کیا اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو اس کا گناہ تبدیل کرنے والوں پر ہو گا۔ نہ اس پر گناہ ہے جس نے وصیت کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ان الله سمیع یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا ہے۔ اپنے مقاصد کے لئے اقوال کو بدلنے والوں کو اگر تبدیلی سے ان کا مقصد بہتری کا ہو پس اس پر کوئی گناہ نہیں۔ جس طرح فرمایا۔ پس جو وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری محسوس کرتا ہو۔ غلط طور پر، جان بوجھ کر اور گناہ کے ارادے سے ”پس ان کی آپس میں صلح کرا دی جائے“ یعنی جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے ان کے مابین صلح کرا دی جائے اور اس کو شریعت کے مطابق اس کی تقسیم کی تلقین کی جائے۔ فلا اثم علیه کیونکہ اس نے باطل کی بجائے حق کو قائم کیا۔ بلکہ وصیت کرنے والے کے گناہوں کے معافی کی امید کی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات میں کس قدر تاکیدات کے ساتھ تحریم تبدیل وصیت کی فرمائی گئی ہے کہ کتب کے معنی فرض کے تحریر فرمائے گئے اور مقتضائے طبع انسانی سے بھی قرار دیا گیا۔ جس پر بالمعروف کا لفظ اشارہ کرتا ہے اور حقا لازما بھی یعنی لازما تقریرہ فرمایا گیا اور علی المتقین بھی فرمایا گیا۔ پھر فرمایا گیا فمن بدله یعنی غیره من الاولیاء والاوصیاء والشهود پھر بعد ماسمعه فرمایا گیا۔ یعنی وان لم یکن به شهود اور فانما اثمه علیهم کی جگہ علی الذین یبدلونه تنصیصا فرمایا گیا اور ان الله سمیع علیم بھی فرمایا گیا اور آخر آیت میں ان الله غفور رحیم ارشاد کیا گیا۔ پس تبدیل وصیت کی ہرگز جائز نہیں ہوئی مگر ان اسباب سے جو آگے جنف وغیرہ مذکور ہوئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ایسی وصیت منسوب کرنا جس میں جنف یا اثم ہو بڑا ہی کفران نعمت ہے پس خلاف اس وصیت کے ان فقرہ جات کا قائم رکھنا جن میں جنف و اثم مسیح موعود کی طرف عائد ہوتا ہو وہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی لفظ نذیر چاہئے جو حضرت مسیح موعود نے استعمال کیا ہے اور صرف نبی کا لفظ نہیں چاہئے کہ اس میں ہتک آنحضرت صلعم بموجب وصیت مسیح موعود لازم آتی ہے۔

دہم۔ پچھلے ادلہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لفظ نبی کا آپ کے اسماء القاب میں سے ہو گیا ہے اور آپ کا نام کوئی جامد نہیں بلکہ آپ کے اعلام جو مثل احمد و محمد کے ہیں وہ بھی جامد نہیں ہیں مثل اسماء الہیہ کے کہ وہ وصف ہیں اور علیت سے وصفیت کی طرف منقول ہو گئے ہیں۔ چنانچہ شراح نے لکھا ہے زیر اسماء و صفاته الظاهر انه عطف تفسیر فانه صلعم لیس له اسم جامد نعم له اسماء۔ فقلت من الوصفیت الی العلمة کاحمد و محمد وغیرهما وله صفات باقیة علی اصلها مختصة به و اشترك فیها غیره و الاظهر ان المراد بالاسماء هو المعنی الاعم منها بالصفات الشمائل التی یاتی بیانه مرقاة

پس جن فقروں سے فتنہ اور شر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اختلاف قرأت قرآنوں سے فتنہ کا خوف تھا۔ ان کا استعمال ہفتہ میں دوبار قریب تین ہزار کے کیوں کر جائز ہو سکتا ہے پس اس فتنہ کا رفع کرنا ہر احمدی اور خصوصاً ان کے خلیفہ پر لازم ہے۔ پھر تو انشاء اللہ تعالیٰ غلام احمد کی جے کے الہام کا مضمون بھی پورا ہو گا اور میں اپنی چمکار دکھاؤں گا پورا ہو جاوے گا اور سلمان منا اهل البیت اس کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمائی ہے۔ اول اندرونی مسلمانوں میں صلح اس کا مضمون بھی پورا ہو جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بمشیته الاعلی و قوته تعالیٰ یہ معروضات اس لئے عرض کئے گئے کہ حدیث میں وارد ہے الدین نصیحة لله و لرسوله و لائمة المسلمین و عامتهم تاکہ بلحاظ ان امور شرعیہ مذکورہ بالا کے تعمیل بھی ہو جاوے اور وصیت کی تبدیل بھی لازم نہ آوے۔ ان معروضات عشرہ پر غور فرما کر جواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

والسلام

۱۳۔ جنوری ۱۹۲۲ء

ان معروضات کے عرض کرنے کی ضرورت اس لئے واقع ہوئی کہ بعض احباب نے یہاں تشریف لا کر مسائل متنازعہ فیہامیں کچھ گفتگو فرمائی اور مجھ سے پورے طور سے گفتگو ہو نہیں سکتی اس لئے اپنا اعتقاد جو مسیح موعود کی تحریرات ”الوصیت“ وغیرہ کے موافق سمجھتا ہوں عرض کیا۔ ورنہ نہ کرتا۔ اگر احباب گفتگو نہ کرتے۔

خاتم النبیین

حضرت مولانا محمد احسن امروہی

تمہید

خلاصہ

حق کے طالبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ کسی دینی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے سب سے احسن اور افضل طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن شریف اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی احادیث نبوی پر پیش کیا جائے اور جو وہ فیصلہ کریں اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ ان سے ہٹ کر اگر کوئی شخص مذہبی مسائل اور اعتقادات خود گھڑنے شروع کر دے تو اس طرح تو دین بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتا ہے اور اس طرح قرآن شریف اور احادیث نبوی کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں رہتی حالانکہ اختلاف کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا تاکیدی حکم یہ ہے کہ اس میں کتاب اللہ اور احادیث کو حاکم گردانو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا (۱۰۲:۳) ظاہر ہے کہ حبل اللّٰہ سے مراد قرآن مجید ہی ہے اور یہ حکم قیامت تک کل مسلمانوں کے لئے ہے۔ بنا بریں کسی بڑے سے بڑے امتی کا قول و فعل جو نصوص اور آیات بینات کے مخالف ہو حجت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ۔ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم و صاکم بہ لعلکم تتقون۔ (۱۵۴:۶)

ظاہر ہے کہ صراط مستقیم کتاب اللہ ہے اور وہ بیان بھی قرآن شریف کا ہی ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ذالکم و صاکم میں قیامت تک کے کل مسلمان داخل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا و ربکَ لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما (۶۵:۴) اس آیت میں ضمیر مخاطب کی خاص ہے اور وہ آنحضرت صلعم کے لئے ہے۔ جس میں کوئی دوسرا شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جو آیت میں تاکیدات اور خلاف پر جو وعیدات ہیں وہ کسی دوسرے کی تحکم کے لئے کہیں وارد نہیں ہوئی۔ اور فنا فی الرسول سے مراد بھی یہی ہے کہ کسی مومن کامل کے اقوال و افعال اور خواہشات تمام کے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے مقابلہ میں فنا کر دیئے جائیں۔ چنانچہ فنا فی الرسول سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی کہ وہ عین رسول اللہ ہو جائے۔ لہٰذا اس آیت پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یومنون میں ضمیر جمع غائب کی ہے اور اس میں تمام امت شامل ہے اور جو تحکم اس آیت میں ہے وہ سوائے رسول اللہ صلعم کے کسی دوسرے شخص کے لئے نہیں ہے۔ اول بات یہ ہے کہ اس میں قسم کھائی گئی ہے اور وہ بھی لائے نفی کے ساتھ اور وہ بھی تاکید کے ساتھ کھائی گئی ہے اور پھر سرے سے اصل سرمایہ ایمان کی نفی کی گئی ہے اور پھر اس نفی ایمان کی غرض و غایت یہ تحکم قرار دی گئی ہے اور یہی تحکم رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد بھی کتاب اللہ اور آپ کی سنت صحیحہ کے ساتھ قائم و برقرار ہے۔ پھر اسی بات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس تحکم سے دلوں میں کوئی تنگی اور حرج واقع نہ ہو اور یسلموا تسلیما میں تو انتہا درجہ کی تحکم ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ظاہری طور بھی اور باطنی طور پر بھی اس تحکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کامل طور پر کی جائے۔ کیونکہ جو مفعول مطلق کا لفظ تسلیما ہے وہ اس کی گواہی دیتا ہے۔ پس اس تحکم کا مصداق سوائے حضرت خاتم النبیین سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس رسالہ خاتم النبیین صلعم میں جو کچھ لکھا جائے گا وہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ یعنی احادیث نبویہ اور لغات عرب کے موافق پوری تحقیق کے ساتھ لکھا جائے گا وباللّٰہ التوفیق و ھو خیر الرفیق۔

خلاصہ باب اول

آج کل جماعت احمدیہ میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلعم کے بعد بھی کوئی شخص امت محمدیہ میں نبی ہو کر آ سکتا

ہے یا نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر ہم اس باب میں قرآن مجید سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ امت محمدیہ میں داخل ہو کر اور نہ ہی غیر امت میں۔ یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء کا دائرہ نبوت مختص القوم اور مختص الزمان ہونے کے باعث بہت چھوٹا تھا۔ جیسا کہ ابن مسعود سے روایت کردہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوا۔ (اس کی روایت احمد اور نسائی نے کی ہے) لیکن برعکس اس کے آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کا دائرہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم تمام انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔ (رواہ احمد و نسائی) یعنی آپ تمام اقوام عالم کے لئے خاتم النبیین ہو کر مبعوث ہوئے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں الحمد للہ رب العالمین فرمایا ہے یعنی سب تعریف اس کے لئے جو رب واحد ہے تمام دنیا کا۔ سب کی پرورش کرنے والا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو فرمایا ہے کہ تم اس خدائے واحد کا شکر کرو جس نے وہ کتاب نازل کی ہے جس نے سابقہ تمام کتابوں کو جو مختلف قوموں کی ہدایت کے لئے تھیں موقوف العمل کر دیا ہے اور یہ ربوبیت عالمین کی صفت سے متصف ہے اور اب یہی ساری دنیا کی ربوبیت کرے گی اور دنیا کا کوئی علاقہ اس کے دائرہ ربوبیت سے باہر نہیں رہا۔ اس نے ساری نسل انسانی کے لئے اپنی رحمت کے دروازے بڑی فیاضی کے ساتھ کھول دیئے ہیں اور یہ سارے کرۂ ارض پر محیط ہے۔ آیت قرآنی الحمد للہ رب العالمین ہر نمازی مسلمان ہر روز کم از کم چالیس بار ضرور پڑھتا ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رب العالمین فرمائی ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمۃ للعالمین بیان فرمائی ہے اور یہ وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی اور نبی میں بیان نہیں فرمائی۔ کیونکہ تمام گذشتہ انبیاء مختص القوم تھے اور ان میں سے کوئی نبی سارے عالم کے لئے مبعوث نہیں ہوا تھا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنی یہ صفت بیان فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شی یعنی میری رحمت ہر ایک شے سے زیادہ وسیع ہے۔ چنانچہ ان دونوں آیات کی مثل آنحضرت صلعم کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے اور ان سے دائرۂ نبوت حضرت خاتم النبیین صلعم کس قدر عظیم الشان اور وسیع ثابت ہوتا ہے۔ اب اس وجہ سے کہ آپ صلعم ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے مبعوث ہو کر آچکے ہیں۔ کسی دوسرے نبی کے لئے آنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہی اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا اور اگر کوئی آجائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے میں نقص لازم آتا ہے۔ یعنی آپ کی رحمت میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ اسے پورا کرنے کے لئے دوسرا نبی آگیا ہے۔ بخدا شان خاتم النبیین صلعم اس سے بہت ہی بلند ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملك السمٰوت والارض یعنی دنیا جہان کے لوگوں کو کہہ دو کہ میں اللہ کی طرف سے تم سب کے لئے رسول ہو کر مبعوث ہوا ہوں۔ میں نہ کسی ایک قوم کے لئے نہ کسی ایک ملک کے لئے بلکہ ساری دنیا کی طرف اور ہر زمانہ کے لئے مبعوث ہو کر آیا ہوں اور مجھے مبعوث کرنے والا وہ خدا ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و ما ارسلناك الا کافة للناس بشیراً و نذیراً و لکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی ہم نے تجھ کو صرف اس لئے مبعوث کیا ہے کہ اب تمام دنیا کے لئے ایک ہی نبی کی ضرورت تھی جو ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہو اور آئندہ اسی کے وجود پر ساری دنیا کی ہدایت و نجات کا مدار ہو اور اس کے ذریعے لوگ اپنے خالق حقیقی تک پہنچیں۔ اس لئے ہم نے [illegible] ہے اور تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنایا ہے۔

آیت کریمہ او حی الی هذا القرآن لانذر کم به و من بلغ (وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں تم کو ڈراؤں) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کے ساتھ دنیا جہان کے لوگوں کو قیامت تک ڈرانا آنحضرت صلعم کو تفویض کیا گیا ہے اور دو آیات بالا سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ساری دنیا کے لئے صرف آپ صلعم ہی مبعوث کئے گئے ہیں اور آپ پر ایمان لانے اور آپ کی پیروی سے ہی نجات اخروی وابستہ ہے۔ چونکہ آپ کی نبوت کا فیض قیامت تک جاری و ساری ہے اور کسی دوسرے نبی کو یہ شرف حاصل نہیں لہذا آپ ہی حیات النبی ہیں۔

آیت مبارکہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین و کان اللّٰہ بکل شی علیما پر پھر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور رسول ایسے کہ خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس میں لکن استدراک کے لئے آیا ہے اور استدراک کے معنے نحو و لغت کی اصطلاح میں اس شبہ کا رفع کرنا ہوتا ہے جو کلام سابق میں پیدا ہوا ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سا شبہ

یا توہم کلام سابق سے پیدا ہوا جسے رفع کرنے کے لئے لفظ لکن بولا گیا ہے۔ وہ امر یہ ہے کہ کلام سابق میں ابوت حقیقی شرعی کی نفی کی گئی ہے جس میں حرمت مصاہرت وغیرہ کی ثابت ہو سکتی ہو اور لکن سے ابوت مجازی و لغوی ثابت کی گئی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی شان میں داخل ہے اور امت کی جانب سے آپ کی توقیر اور تعظیم اس ابوت روحانی کی جزو لاینفک قرار دی گئی ہے اور اسی لکن سے آنحضرت کی اپنی امت کے لئے محبت اور شفقت ثابت کی گئی ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ اگرچہ آنحضرت صلعم رجال امت میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ہیں جو اصل باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔

اگرچہ تمام رسول اپنی اپنی امتوں کے مجازی و لغوی نبی تھے اور انہیں اپنی امتوں سے شفقت تھی۔ تاہم ان کی ابوت نہایت مختصر زمانہ کے لئے ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کے بعد دوسرے رسول آجاتے تھے اور یہ سلسلہ انبیاء کی بعثت کا مسلسل چلتا رہا لیکن حضرت خاتم النبیین کی ابوت مجازیہ لغویہ قیامت تک قائم و برقرار ہے کیونکہ آپ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور اس پر مزید امت کو یہ خوشخبری بھی دی گئی ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا جس میں تکمیل دین بھی ہو گئی اور اتمام نعمت بھی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضیت بھی فرما دیا گیا۔ پس آپ صلعم کی شفقت تمام انبیاء و رسل سے بڑھ کر ہوئی یہ اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہوئے اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں جسے نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے۔

یہاں یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی از روئے لغت عرب بھی بیان کر دیئے جائیں تاکہ یہ مسئلہ اور زیادہ صاف ہو جائے۔ لسان العرب میں لکھا ہے وبالکسر خاتِمھم وبالفتح خاتَمھم آخرھم عن اللحیانی و محمد صلعم خاتم الانبیاء علیہ و علیھم الصلوٰۃ و السلام (التھذیب)۔ والخاتِم والخاتَم من اسماء النبی صلعم و فی التنزیل العزیز ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ای اٰخرھم قال و قد قری و خاتم و قول الحجاج مبارک للانبیاء خاتم انما حملہ علی القراۃ المشھورۃ فکروا من اسمائہ العاقب ایضا و معناہ اخرالا نبیاء یعنی خاتمھم بالکسر و خاتمھم بالفتح (تھذیب)۔

ترجمہ: "اور زیر کے ساتھ خاتِمھم اور زبر کے ساتھ خاتَمھم یعنی ان میں سے آخر میں آنے والا۔ احیانی کی روایت کے مطابق محمد صلعم خاتم الانبیاء ہیں آپ پر اور سارے انبیاء پر سلام ہو اور درود ہو۔ (تہذیب)

اور خاتَم اور خاتِم نبی صلعم کے نام ہیں اور قرآن مجید میں ہے: "محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں"۔

یعنی ان میں سے آخری اور فرمایا کہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے اور رجاج کے قول کے مطابق اس کے معنی نبیوں کو برکت دینے یعنی خاتم۔ انہوں نے اسے مشہور قرات قرار دیا ہے پس آپ کے ناموں میں سے عاقب نام پر بھی غور کرو اور اس کے معنے ہیں نبیوں میں سے آخر پر آنے والا۔ یعنی خاتمھم زبر کے ساتھ اور خاتمھم زبر کے ساتھ۔

لغت کے اِن معنوں کے مطابق معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم انبیاء کے ختم کرنے والے اور آخرالانبیاء ہیں اور خاتَم اور خاتِم دونوں آپ کے ناموں میں سے ہیں۔ گویا خاتم النبیین کے معنے آخرالنبیین ہیں اور اس آیت میں خاتم بالفتح پڑھا جاتا ہے۔ عجاج کے قول میں خاتم بالکسر ہے اور آپ کی مدح میں لکھتا ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے اور مبارک ہیں۔ آپ کے مبارک اسماء میں ایک نام عاقب ہے اور اس کے معنی بھی آخرالانبیاء ہیں۔

تاج العروس میں لکھا ہے ختم الشی ختما بلغ اخرہ و منہ ختمت القران ای انتھیت الی اخرہ۔ الخاتم آخر القوم کالخاتم و منہ قولہ تعالی و خاتم النبیین ای اخرھم یعنی اس کے آخر میں پہنچا اور اس سے ختمت القرآن لیا گیا ہے۔ ترجمہ: کسی چیز کو ختم کیا یعنی اسے آخر یا انتہا تک پہنچایا۔ اور اسی سے ہی میں نے قرآن کو ختم کیا محاورہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ میں نے اسے آخر تک پہنچایا اور آخرالقوم کا محاورہ خاتم القوم یعنی قوم کا آخری فرد کے مترادف معنے رکھتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی خاتم النبیین سے مراد بھی نبیوں میں سے آخری ہے"۔ یہ تاج العروس کا خلاصہ ہے۔ قاموس میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ الخاتم حلیۃ الاصبع یعنی خاتم ایک زیور کی قسم ہے انگلی کے واسطے۔ کسی لغت میں یہ نہیں لکھا کہ جس پر آپ کی مہر ثبت ہو وہ نبی ہو جائے گا یا آپ کی انگشتری سے نبی ہو جائے گا۔ آیت میں لکن موجود ہے اور نبیین کا صیغہ بھی موجود ہے، جو جمع سالم معرف باللام مفید

استغراق ہے اور مفردات راغب میں بھی لکھا ہے کہ خاتم النبیین اس واسطے ہوئے کہ آپ صلعم نے اپنے آنے سے نبوت کو ختم کردیا۔

آپ خاتم النبیین کے معنی تمام لغات عرب کو چھان ڈالو سوائے ختم کرنے والے یا آخر کے دوسرے معنی دستیاب نہیں ہوں گے۔ ہم نے نہایت اختصار سے خاتم النبیین کے معنی معتبر کتب لغت سے لکھ دیئے ہیں جو ان معنی کو قبول نہیں کرتے ان کا اخلاقی فرض ہے کہ ان معنی کے خلاف از روئے لغت دوسرے معنے پیش کریں اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور لغات عرب کے خلاف مذہبی و دینی مسائل میں تاویلات رکیکہ کرنی ہرگز جائز نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کان اللّٰہ بکل شی علیما مگر اس جگہ بظاہر اس کا کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ظاہر ہیں ان کے لئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے کچھ ضروری نہ تھا۔ سو اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیش گوئی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم سے قبل دنیا میں سینکڑوں نبی گزرے ہیں مگر آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کرکے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ ؐ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے مگر آپ ؐ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہوگیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیش گوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور اللہ علیم و خبیر ہے۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا نشان خاتم النبیین کا ہو سکتا ہے کہ آپ ؐ کے دعویٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ کان اللّٰہ بکل شی علیما یعنی ہم نے آپ ؐ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ ؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کردیں۔ چنانچہ یہ واقعات سے ثابت شدہ صداقت ہے کہ جس نے دعویٰ نبوت کیا وہ نیست و نابود ہو گیا۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو پیش کیا جائے مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کرے۔ غرضیکہ قرآن شریف نے بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے کہ میں اور آنحضرت صلعم تمام دنیا کے لئے آئے ہیں اور ہر زمانہ کے لئے ہیں اور قیامت تک نہ کوئی دوسری کتاب بعد قرآن مجید ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی و رسول بعد آنحضرت صلعم ہے۔

خلاصہ باب دوم

خاتم النبیین پر از روئے احادیث گفتگو کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کے متعلق کچھ بیان کردیا جائے۔ یہ دیکھنا ازبس ضروری ہے۔ کہ احادیث کا ہمارے دین میں کیا مقام ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن شریف میں تمام علوم اولین اور آخرین کے لئے موجود ہیں مگر ان میں کچھ بالتفصیل ہیں اور کچھ بالاجمال ہیں۔ جو احکام بالاجمال بیان ہوئے ہیں ان کی تفصیل و تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے بیان فرمادی ہے اور آپ صلعم کے اقوال و افعال کا دوسرا نام سنت نبوی ہے۔ خواہ تقریری ہو خواہ عملی اور جب تک ہم ان دونوں کو وظیفہ جان نہیں بناتے نزول قرآن کے نہ مقاصد پورے ہوتے اور نہ ہی ہم کامل الایمان ٹھہرتے ہیں۔ قرآن شریف میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانزلنا الیك الذكر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتکفرون جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو لوگوں پر کھول کر بیان کرنے کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر ڈالی گئی ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ آپ ؐ صرف آیات قرآنی لوگوں پر پڑھ دیا کریں۔ لوگ خود بخود ان کے مطالب و معانی سمجھ لیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کرام کو قرآنی احکام جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں اترے کی تفصیل اور تشریح اپنے عمل سے بھی اور قول سے فرمادی اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اہل عرب بھی آنحضرت صلعم کی راہبری کے سخت محتاج تھے اور ایسا نہیں تھا کہ قرآن شریف میں جو کچھ بیان ہوا وہ اس کے مفہوم اور معانی سے از خود پوری طرح آگاہ ہو گئے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ جن ایام میں قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا اس کو جمع کیا جارہا تھا اور آنحضرت ؐ کے اقوال کو اس وقت جمع نہ کیا گیا تھا۔ مگر تمام صحابہ کرام اور دوسرے مسلمان آنحضرت ؐ کے فرمودات حاصل بھی کرتے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ گویا آنحضرت صلعم کی سنت بر رنگ عمل نزول قرآن کے ساتھ ساتھ جاری و ساری تھی۔ یہ اس لئے تھا کیونکہ آیت قرآنی میں مانزل الیهم کے لئے لتبین ضروری قرار دیا گیا تھا اور قرآن کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا معاملہ اہل عرب کی صوابدید پر نہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ قرآن کا پڑھنا اور اس کا بیان کرنا دونوں ہی فرائض رسالت تھے اور دونوں ہی بیک وقت پہلو بہ پہلو ادا کئے جارہے تھے مگر بیان قرآن کو موخر کیا گیا اور جمع قرآن کو اولیت دی گئی اور یہ سب منشاء الٰہی کے مطابق ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تحرك به لسانك لتعجل به انا علینا

جمعہ و قرانہ فاذاقرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ (القیامتہ) "اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرات کو غور سے سنتے رہو اور پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے تین ذمہ داریاں اپنے اوپر لی ہیں۔ قرآن کا پڑھوا دینا۔ اس کا یاد کرا دینا اور پھر اس کے مطالب اور معنی سمجھا دینا۔ جمع قرآن تو ہو گیا مگر بیان قرآن کہاں گیا۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کا اپنا قول اور فعل ہی بیان قرآن ہے اور وہ کہاں ہے۔ وہ یہی احادیث نبوی ہیں۔ جنہیں محدثین اسلام نے جمع کیا اور وہ اس پایہ کی ثقہ ہیں کہ ان کی صداقت اور فضیلت کے دوسرے مذاہب کے علماء بھی قائل ہیں کیونکہ ہمارے بزرگوں نے انہیں بڑی تحقیق و تدقیق اور راویوں کی صداقت و امانت کی پوری چھان بین کر کے جمع کیا ہے۔

احادیث نبوی کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی علمی ذخیرہ نہیں ہے جسے ہم بیان قرآن کہہ سکیں۔ مگر دوسرا کوئی اور ذریعہ بیان قرآن کا ممکن بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان قرآن کا حصر بھی اس آیت میں فرمایا ہے۔ اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر (اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اولی الامر کی بشرطیکہ وہ تم میں سے ہو اور اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہو تو پھر اس صورت میں اللہ اور رسول کی طرف لوٹ جاؤ)۔ یعنی اگر اولی الامر تمہیں کوئی ایسا حکم دیتا ہے یا کسی معاملہ کا فیصلہ کرتا ہے جس پر تم کو اعتراض ہو تو اسے کتاب اللہ اور فرمودات رسولؑ پر پیش کرو اور جو فیصلہ وہ دیں اسے قبول کرو اور اولی الامر کے فیصلہ کو رد کر دو۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اولی الامر بھی احکام خداوندی اور احکام نبویؑ کے خلاف کوئی حکم جاری کرنے کا مجاز نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر خود قرآن شریف ہی بیان قرآن ہوتا تو پھر صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کا حکم جاری ہوتا۔ رسولؑ سے رجوع کرنا ضروری قرار نہ دیا جاتا۔ لیکن اس آیت میں قرآن شریف اور رسول خدا صلعم سے فیصلہ کے لئے رجوع کا حکم نازل ہوا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ دینی مسائل و معاملات میں جو کچھ آپؑ نے اپنی زبان مقدس سے بیان فرمایا اور جو کچھ آپؑ نے عمل کیا وہ سب کا سب دراصل بیان قرآن ہے۔ یہ بیان قرآن خود خدا تعالیٰ کا سمجھایا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ احادیث صحیحہ قرآن شریف ہی کی تفاسیر ہیں اور اگرچہ قرآنی حقائق و معارف ایک بحر بے کراں کی مانند ہیں اور وہ وقتاً فوقتاً صالحین امت پر کھلتے رہتے ہیں لیکن ان کی پرکھ کا ذریعہ بھی یہی احادیث ہیں جو بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہو گی وہ لائق استراد ہو گی۔

پھر خدا تعالیٰ آنحضرت صلعم کے اسوہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ من کان یرجو اللّٰہ والیوم الاخر و ذکر اللّٰہ کثیر ا یعنی وہ لوگ جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈر کر امید رکھتے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ صلعم ایک عمدہ نمونہ ہیں۔ اور پھر یہ بھی حکم دیتا ہے کہ وما اتاکم الرسول فخدوہ و مانھاکم منہ فانتھوا یعنی جو کچھ رسول صلعم تم کو دیتے ہیں وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روکتے ہیں اس سے رک جایا کرو۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب کو صرف آیات قرآنی ہی نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ان کے معنی اور مطالب بھی عطا فرمایا کرتے تھے اور جن امور سے انہیں روکا کرتے وہ ان سے رک جاتے تھے۔ اس امر کا ثبوت کہ اصحاب کرام آنحضرت صلعم کے احکام اور فیصلوں کو بڑی خوشدلی سے قبول کرتے تھے اور جن باتوں کے کرنے سے روکتے تھے ہمیں صرف احادیث نبوی سے ہی ملتا ہے اور قرآن شریف کی یہ آیت ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (یعنی وہی اللہ ہے جس نے امیوں میں ان میں سے رسول مبعوث فرمایا ہے جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے اور وہ اس سے قبل کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے)۔ ہمیں صاف بتاتی ہے کہ آنحضرت صلعم اہل عرب پر قرآنی آیات پڑھا کرتے تھے اور ان کے ذریعے ایمان لانے والوں کو تمام معصیتوں سے پاک وصاف بھی کرتے تھے اور آیات قرآنی کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے اور وہ حکمت بھی جو خدا کے کلام میں تھی انہیں سکھاتے تھے۔ وہ قرآن کی تعلیم اور اس کے حقائق و معارف تمام کے تمام ہمارے دین کا حصہ ہیں اور ان کے نظرانداز کرنے سے ہمارا دین ہرگز مکمل نہیں رہتا۔ اس لئے احادیث صحیحہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اس صداقت کا اعتراف حضرت ابو سفیان مغیرہ بن الحارث کے شعری کلام میں پایا جاتا ہے جس کا ترجمہ و مفہوم یہ ہے۔ نبی صلعم اس شان کے تھے کہ ہر شک و شبہ سے دل کو صاف کرتے تھے کہیں بذریعہ وحی الٰہی اور کہیں اپنے ارشادات عالیہ سے اور

ہماری رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہمیں کبھی گمراہ ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تھا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسولؐ ہمارا رہنما ہے۔

احادیث نبوی صلعم کا دین میں مقام متعین ہو جانے کے بعد اب ہم خاتم النبیین پر احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں۔

الحدیث الاول

طریق اول: ۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری اور دوسرے سب انبیاء کی مثال ایک محل کی ہے جس کی عمارت بڑی خوبصورت ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ دور دراز کے لوگ اس کا نظارہ کرنے کی خاطر آتے ہوں اور عمارت دیکھ کر عش عش کر اٹھتے ہوں ہاں البتہ اینٹ کی خالی جگہ پر کرنے والا میں ہوں میرے ذریعے سے اس عمارت کی تکمیل ہو گئی ہے اور مجھ پر رسالت بھی تمام ہو گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ محل کی خالی جگہ کی اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیینؐ ہوں۔

اس طریق حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "اس خوبصورت عمارت میں سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی جس کو میں نے پر کیا اور میرے ذریعے سے اس عمارت کی تکمیل ہو گئی اور مجھ پر رسالت ختم ہو گئی میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبینؐ ہوں۔"

طریق دوم: ۲۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر تعمیر کرایا ہو اس کی تکمیل کردی ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ باقی رہنے دی ہو پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی تکمیل کردی۔ (احمد و مسلم)

طریق سوم: ۳۔ ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں میں میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا ہو جو بڑا خوبصورت اور مکمل ہو مگر اس نے اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو اور اس میں اینٹ نہ لگائی ہو۔ عوام الناس اس عمارت کو دیکھنے کے لئے آتے ہوں اور اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ کاش اس اینٹ کی جگہ بھی پر کی گئی ہوتی' پس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔

طریق چہارم: ۴۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری اور نبیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا ہو اس کی تکمیل کردی ہو اور اسے بڑا ہی خوبصورت بنایا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو پس جو اس گھر کے اندر داخل ہو تا وہ اسے دیکھ کر کہتا کہ یہ کس قدر خوبصورت ہے تاہم وہ اینٹ کی جگہ خالی ہے تو مجھ پر انبیاء کا سلسلہ اختتام ہو گیا۔

الحدیث الثانی (۲)

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں تواتر سے انبیاء آیا کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ ایک اور نبی لے لیتا لیکن تمہارے درمیان میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ تو پھر کیا ہو گا؟ فرمایا کثرت سے خلفا ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس وقت ہمیں کیا کرنا ہو گا فرمایا ان کی بیعت کرنا جو بیعت کرنے میں پہل کرے گا اس کو اس کا درجہ ملے گا' خلفا پر جو تمہارا حق ہے ادا کرو کیونکہ اللہ ان حقوق کی ادائیگی کے بارے میں تم سے پوچھے گا۔ (بخاری' مسلم' ابن ماجہ' ابن جریر و ابن ابی شیبہ)

الحدیث الثالث (۳)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سات باتوں میں مجھے سب انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا ہے۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ (دشمن مجھ سے مرعوب رہتا ہے) ساری زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اور پاک کردی گئی ہے مجھے ساری دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ پر نبوت کا اختتام کردیا گیا ہے۔

(مسلم' نسائی' ترمذی' ابن المنذر' البیہقی دلائل' ابن مردویہ)

الحدیث الرابع (۴)

طریق اول: ۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے دو بڑے بڑے گروہوں کے مابین عظیم کشت و خون ہو گا ان میں سے ایک گروہ باقی رہ جائے گا۔ حتیٰ کہ ۳۰ کے قریب جھوٹے دجال نکالے جائیں گے ان میں سے ہر ایک خود کو نبی سمجھے گا۔ (بخاری' مسلم' احمد' ترمذی' ابو داؤد)

طریق دوم: ۸۔ نعیم ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت سے قبل ۳۰ جھوٹے نکلیں گے ان میں سے ہر

ایک خود کو نبی سمجھتا ہو گا۔(طبرانی)

طریق سوم: ۹۔ عبید بن عمرو اللیثیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا قیامت سے پہلے ۳۰ جھوٹے بر آمد ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہو گا۔(ابی شیبہ)

الحدیث الخامس (۵)

طریق اول: ۱۰۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میری امت میں سے ۳۰ جھوٹے (دجال) ظاہر ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہو گا حالانکہ میں خاتم النبیینؐ ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت میں سے حق پر قائم لوگوں پر کوئی غلبہ نہ پا سکے گا۔ کوئی مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ خدائی فیصلے کا وقت آجائے گا۔

(مسلم 'دارمی' ترمذی 'ابن ماجہ 'احمد کنز العمال)

طریق دوم: ۱۱۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ۲۷ جھوٹے دجال پیدا ہوں گے ان میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ میں خاتم النبیینؐ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(احمد 'طبرانی)

الحدیث السادس (۶)

۱۲۔ العلا ابن زیادؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ ۳۰ دجال ظہور پذیر نہ ہو جائیں ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہو گا پس جو ایسا کہے اسے قتل کر ڈالو اور ان میں سے جو کسی دجال کو قتل کرے گا اس کی جزا جنت ہے۔(ابن عساکر)

الحدیث السابع (۷)

۱۳۔ حضرت نعمان ابن بشیرؓ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب تک اللہ چاہے گا تمہارے درمیان نبوت قائم رہے گی پھر خداوند تعالیٰ اسے اٹھا لے گا پھر خلافت علی منہاج نبوت قائم ہو گی پھر خدا تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا پھر تم پر ظالم بادشاہوں کی حکمرانی قائم ہو گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا پھر تم پر جابر حکمران مسلط ہوں گے اور یہ دور بھی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا قائم رہے گا پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان سے اٹھا لے گا۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوت قائم ہو گی پھر آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاموش ہو گئے۔(احمد 'بیہقی)

الحدیث الثامن (۸)

۱۴۔ ابی امامۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے جب بھی کوئی نبی مبعوث فرمایا اس کی امت کو دجال سے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو (اس قول تک) اے اللہ تعالیٰ کے بندو ثابت قدم رہو۔ دجال اپنے آپ کو نبی کہے گا حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر وہ پلٹا کھا گیا اور کہے گا کہ میں تمہارا خدا ہوں۔

الحدیث التاسع (۹)

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا میں محمدؐ نبی امی ہوں۔ میں محمدؐ نبی امی ہوں۔ میں محمدؐ نبی امی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں' مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں مجھے خواتم الکلم یعنی اعلیٰ درجے کے دلائل اور اس کے جوامع دیئے گئے ہیں مجھے دوزخ اور فرشتوں کا علم دیا گیا ہے خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوا ہوں اپنی امت کے لئے عافیت اور بخشش چاہی ہے۔ پس میری بات سنو اور میری اطاعت کرو اس وقت تک جب تک میں تمہارے درمیان ہوں۔ اور جب مجھے یہاں سے بلا لیا جائے تو کتاب اللہ کو پکڑو' جو قرآن نے حلال قرار دیا ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام قرار دیا ہے اسے حرام سمجھو۔

طریق دوم: ۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے بالکل اس طرح جس طرح کوئی وداع ہونے والا کھڑا ہوتا ہے اور فرمایا میں محمدؐ النبی الامیؐ ہوں۔ میں محمدؐ النبی الامیؐ ہوں۔ میں محمدؐ النبی الامیؐ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مجھے فواتح الکلم اس کے خواتم اور جوامع دیئے گئے ہیں مجھے دوزخ اور فرشتوں کا علم دیا گیا ہے' جب تک میں تمہارے درمیان ہوں میری باتوں کو سنو اور اطاعت کرو اور جب مجھے یہاں سے بلا لیا جائے تو کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑو' جو اس نے حلال قرار دیا ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام قرار دیا ہے اسے حرام سمجھو۔

الحدیث العاشر (۱۰)

۱۷۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

جو جنت کے خزانے کو پالے وہ اسے کھولے اور میرے ساتھ غریب مومن ہیں اور میں نبیوں میں سے اولین و آخرین کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

الحدیث الحادی عشر (۱۱)

۱۸۔ ابن زمل الجہنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا (حدیث کے آخر میں ہے) وہ بزرگ جن کو ساری دنیا میں خلق اور شباہت کے لحاظ سے میں نے اپنے سے قریب تر دیکھا وہ ہمارے جد امجد ابراہیم ؑ ہیں ------ اور اونٹنی جو میں نے دیکھی جس کے پیچھے پیچھے میں جارہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پہ قائم ہونے والی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں۔

طریق دوم: ۱۹۔ ضحاک ابن نوفل ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ؐ نے فرمایا اور وہ اونٹنی جو میں نے دیکھی جس کے پیچھے پیچھے میں جا رہا ہوں وہ ہم پر قائم ہونے والی قیامت ہے' میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میرے بعد کوئی امت نہیں۔ (طبرانی' بیہقی)

الحدیث الثانی عشر (۱۲)

۲۰۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا حضرت آدم ؑ ہندوستان میں نازل ہوئے ان کو ڈر محسوس ہوا بس حضرت جبریل ؑ نازل ہوئے انہوں نے اذان کہی اللہ اکبر' اللہ اکبر دو مرتبہ اشھدان لاالہ الا اللہ دو مرتبہ اور اشھدان محمد ارسول اللہ دو مرتبہ فرمایا آدم ؑ کا تعلق محمد ؐ سے ہے' انبیا میں سے میں حضرت آدم ؑ کی آخری اولاد ہوں۔ (ابن عساکر)

الحدیث الثالث عشر (۱۳)

۲۱۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ؐ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کر لیا یہاں تک کہ کمان کے وتر کا درمیانی فاصلہ یا اس سے بھی کم فاصلہ باقی رہ گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب ؐ اے محمد ؐ میں نے عرض کیا حاضر ہوں اے میرے رب فرمایا کیا تجھے اس بات کا غم ہے کہ تمہیں آخر النبیین ؐ بنایا ہے۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب نہیں ایسا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے اپنی امت کا غم ہے کہ میں نے ان کو آخری امت بنایا ہے میں نے عرض کیا اے میرے رب ایسا نہیں ہے فرمایا پھر میری امت کو میرا اسلام دے دو اور ان کو بتا دو کہ میں نے ان کو آخر الامم بنایا ہے ساری امتوں سے زیادہ فصیح امت۔ کسی امت میں اتنی فصاحت و بلاغت نہ ہوتی جتنی اس امت میں ہوتی۔ (دیلمی و ابن جوزی)

الحدیث الرابع عشر (۱۴)

۲۲۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ مجھے شدید درد کی تکلیف لاحق ہوئی اس پر میں نبی کریم ؐ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ؐ نے ٹھہرنے کا اشارہ فرمایا اور حضور ؐ نماز پڑھ رہے تھے آپ ؐ نے کپڑے کا ایک حصہ مجھ پر ڈالا اور فرمایا اے ابن ابی طالب تجھے درد سے نجات ہو جائے گی اب تجھے کوئی بیماری تکلیف باقی نہ رہے گی۔ فرمایا جو میں نے اپنے رب سے مانگا ہے تمہارے لئے بھی وہی اپنے رب سے مانگا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے جب بھی میں نے کچھ مانگا ہے اس نے مجھے عطا فرمایا ہے' ہاں مجھے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں اس پر میں اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مجھے درد کی تکلیف کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ (ابن جریر' طبرانی)

الحدیث الخامس عشر (۱۵)

۲۳۔ حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا اے ابوذر ؓ نبیوں میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم ؑ تھے اور ان میں سب سے آخری نبی محمد ہیں اور بنی اسرائیل میں سے پہلے نبی موسیٰ ؑ تھے اور آخری نبی عیسیٰ ؑ تھے۔

الحدیث السادس عشر (۱۶)

۲۴۔ حضرت حسن ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا' اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور تجھ سے بھی اور حضرت نوح ؑ سے بھی عہد لیا (الایہ) فرمایا میں مخلوق میں اول النبیین ؐ ہوں اور بعثت میں سب سے آخری نبی ہوں۔ اس لحاظ سے مجھے سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

الحدیث السابع عشر (۱۷)

۲۵۔ حضرت معاذ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے علی ؓ میں نبوت کے امور تمہارے سپرد کرتا رہتا ہوں مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے سات باتوں میں تجھے فضیلت دیتا ہوں کوئی قریشی اس ضمن میں تجھ سے جھگڑا نہیں کر سکتا۔ تم اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو اور اللہ تعالیٰ سے عہد کے لحاظ سے تم سب سے

زیادہ قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم رکھنے میں بھی تم قریش پر سبقت رکھتے ہو۔ اور انصاف کرنے میں سب سے زیادہ منصف ہو۔ اور ساری رعیت میں سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہو جھگڑے مٹانے میں سب سے زیادہ بالغ نظر ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریش میں سب سے زیادہ صاحب اخلاق ہو۔

الحدیث الثامن عشر (۱۸)

طریق اول: ۲۶۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا رسالت اور نبوت کا انقطاع ہو چکا ہے میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں۔ تاہم مسلمان مرد کے لئے رویا اور مبشرات باقی ہیں اور یہ بھی نبوت کا ایک جزو ہیں۔

طریق دوم: ۲۷۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں، صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ مبشرات کیا ہیں فرمایا مبشرات سے مراد رویائے صالحہ ہیں۔

۲۸۔ حذیفہ بن اسید ؓ سے روایت ہے حضور ؐ نے فرمایا نبوت ختم ہو گئی ہے میرے بعد کوئی نبوت نہیں سوائے مبشرات کے، عرض کیا گیا کہ مبشرات کیا ہیں فرمایا رویائے صالحہ جو انسان دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔

۲۹۔ ابی طفیل ؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ؐ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبوت نہیں سوائے مبشرات کے اور یہ رویائے صالحہ ہیں۔

۳۰۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو مبشرات میں سے رویائے صالحہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا جو ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لئے دکھائی جاتی ہیں۔

۳۱۔ ام کرز ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ (ابن ماجہ)

الحدیث التاسع عشر (۱۹)

۳۲۔ ہم سے بیان کیا عبد اللہ ؓ نے ان سے ان کے والد نے ان سے یحییٰ بن ایوب ؓ نے ان سے سعید بن عبد الرحمٰن ؓ نے ان سے ہشام بن عروہ ؓ نے ان سے ان کے والد نے انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ مبشرات سے کیا مراد ہے؟

فرمایا اس سے رویائے صالحہ مراد ہیں جو کوئی شخص دیکھتا ہے یا اس کے لئے دکھائی جاتی ہیں۔

الحدیث العشرون (۲۰)

۳۳۔ سہل ابن السعد الساعدی ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عباس ؓ نے حضور ؐ سے ہجرت کی اجازت طلب کی اس پر آپ ؐ نے لکھا اے میرے چچازاد جہاں ہو وہیں پہ ٹھہرے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر ہجرت ختم کردی ہے۔ جس طرح مجھ پر نبوت ختم کردی ہے۔

طریق دوم: ۳۴۔ ابن شہاب ؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ؐ بدر سے واپس لوٹے تو حضرت عباس ؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے عباس ؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ؐ مجھے مکہ جانے کی اجازت دیجئے تاکہ میں بھی دوسرے مہاجروں کی طرح آپ کے لئے ہجرت کروں آپ ؐ نے فرمایا اے ابو الفضل بیٹھ جایئے آپ خاتم المہاجرین ہیں جس طرح میں خاتم النبیین ؐ ہوں۔ (ابن عساکر)

الحدیث الحادی و عشرون (۲۱)

۳۵۔ ابی امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا اے لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو پانچوں نمازیں ادا کرو رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کیا کرو بیت اللہ کا حج کیا کرو اپنے حاکموں کی اطاعت کرو تو یقیناً تم خدا تعالیٰ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

الحدیث الثانی والعشرون (۲۲)

۳۶۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بیٹا ابراہیم ؓ وفات پا گیا تو حضور ؐ نے فرمایا اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دایا ہو گی اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔

۳۷۔ اسمٰعیل بن ابی خالد ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن اوفیٰ ؓ سے کہا کہ میں نے حضور ؐ کے بیٹے کو دیکھا تھا وہ چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گیا اور اگر حضور ؐ کے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا تو آپ ؐ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا مگر آپ ؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۸۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ؐ کا بیٹا ابراہیم بچپن میں وفات پا گیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا وہ زندہ نہ رہا کیونکہ تمہارا نبی

آخرالانبیاءؑ ہے۔

الحدیث الثالث والعشرون (۲۳)

طریق اول: ۳۹۔ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علیؓ کو اپنا قائمقام بنایا اور کہا کیا تو میری نیابت کرے گا آپؐ نے انہیں فرمایا۔ کیا تو اس امر کو پسندیدہ سمجھتا ہے کہ تیرا میرے بعد ایسا درجہ ہے۔ جو درجہ ہارونؑ کا موسیٰؑ کے بعد تھا تاہم میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق دوم: ۴۰۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تو میرے بعد ایسا ہی ہے جس طرح ہارونؑ موسیٰؑ کے بعد تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق سوم: ۴۱۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میرے قائم مقام بنائے جانے کے متعلق لوگ کیا کہیں گے تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہو گا کہ تیرا درجہ میرے بعد وہی ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے بعد تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق چہارم: ۴۲۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے اپنا قائم مقام بنانا چاہتا ہوں، میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ مجھے اپنا قائم مقام بنانا چاہتے ہیں؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میرے بعد تیرا درجہ وہی ہو جو موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ کا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق پنجم: ۴۳۔ حبشی بن جنادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؓ تیرا درجہ میرے بعد وہی ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے بعد تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق ششم: ۴۴۔ اسما بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے علیؓ تیرا درجہ میرے بعد ایسا ہے جیسا موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ کا تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

طریق ہفتم: ۴۵۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا علیؓ کا تعلق میرے ساتھ ایسا ہے جیسا ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا۔

الحدیث الرابع والعشرون (۲۴)

طریق اول: ۴۶۔ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطابؓ ہوتا۔

طریق دوم: ۴۷۔ عقبہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تو (یعنی عمر بن خطابؓ) ہوتا۔

طریق سوم: ۴۸۔ مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی ہوتا ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتا۔

الحدیث الخامس والعشرون (۲۵)

طریق اول: ۴۹۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں خاتم الانبیاءؑ ہوں اور میری مسجد نبیوں کی مساجد میں سے آخری ہے مساجد کا حق یہ ہے ان میں بار بار جایا جائے مسجد حرام اور میری مسجد کا قصد کیا جائے اور میری مسجد کی چاردیواری کے اندر ایک نماز کا ہزار گنا زیادہ ثواب ہے سوائے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے۔

طریق دوم: ۵۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز کا پڑھنا ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے بہ نسبت دوسری مساجد کے سوائے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے پس میں آخرالانبیاءؑ ہوں اور یقیناً یہ میری مسجد آخری مسجد ہے۔

الحدیث السادس والعشرون (۲۶)

۵۱۔ زید ابن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ قسم اس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے تمہیں نہیں چنا مگر خالصتاً اپنے لئے میرے ساتھ تمہارا تعلق ایسا ہے جیسا موسیٰؑ سے ہارونؑ کا تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے، حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں آپ کی طرف سے کس چیز کا وارث ہوں، فرمایا اس چیز کے وارث جس کے پہلے نبی وارث ہوئے، حضرت علیؓ نے عرض کیا آپؐ سے پہلے نبی کس چیز کے وارث ہوئے، فرمایا اپنے رب کی کتاب اور نبیوں کی سنت کے۔ اے علیؓ جنت میں تو میری بیٹی فاطمہ کے ہمراہ میرے محل میں ہو گا تو میرا بھائی اور میرا دوست ہے۔

الحدیث السابع والعشرون (۲۷)

۵۲۔ عرباض ابن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبین ؐ ہوں اس وقت سے جب آدمؑ کی مٹی گوندھی جارہی تھی میں اس کی تاویل بھی تمہیں بتادوں گا۔ میں اپنے جد امجد ابراہیمؑ کی دعا کا ثمر ہوں عیسیٰؑ کی بشارت ہوں اور والدہ کی میری پیدائش کے وقت کی رویا کا ثمر ہوں۔ اس سے ایسا نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا نبیوں کی ماؤں کی یہی شان ہوتی ہے۔

الحدیث الثامن والعشرون (۲۸)

۵۳۔ براء ابن العازبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا قول ہے۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ مضبوط قول کے ذریعے مومنوں کو مضبوط اور برقرار رکھے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ حضورؐ سے روایت ہے کہ فرمایا مومنوں کو اللہ مضبوط کلام کے ذریعہ تقویت دیتا ہے یہ آیت تیرے رب کی طرف سے عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے پس وہ کہے گا اللہ میرا رب ہے اور میرا نبی محمدؐ ہے۔

الحدیث التاسع والعشرون (۲۹)

۵۴۔ ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تمہارا ایک خدا ہے تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے تمہارا دین بھی ایک ہے تمہارا نبیؐ بھی ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے نہ کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور نہ کسی کالے کو سرخ رنگ والے پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے۔

الحدیث الثلاثون (۳۰)

۵۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب خدائے عزوجل نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اسے نبی آخر الزمانؐ (یعنی میرے) متعلق بتایا۔ نبی آخر الزمانؐ کی دوسرے نبیوں پر فضیلت بتائی آدمؑ نے ان سب کے نیچے ایک نور دیکھا حضرت آدمؑ نے پوچھا اے میرے رب یہ کون ہے فرمایا تمہارا نبی احمدؐ ہے وہ اول ہے وہ آخر ہے وہ شافع ہے اور سب سے پہلا شفاعت دیا گیا ہے۔

الحدیث الحادی والثلاثون (۳۱)

۵۶۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر زندہ شخص کے لئے رسولؐ ہوں اور ہر اس شخص کے لئے بھی جو میری وفات کے بعد پیدا ہو گا۔

الحدیث الثانی والثلاثون (۳۲)

۵۷۔ ابو قبیلہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں پس اپنے رب کی عبادت کرو پانچوں نمازیں ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

الحدیث الثالث والثلاثون (۳۳)

۵۸۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں سے اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطابؓ ہیں۔

۵۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے۔

۶۰۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے عرض کیا گیا کہ وہ کیسے تحدیث کرتے ہیں فرمایا ان کی زبان سے ملائکہ گفتگو کرتے ہیں۔

الحدیث الرابع والثلاثون (۳۴)

۶۱۔ عقیل ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے عقیل بخدا میں دو خصلتوں کے باعث تم سے محبت کرتا ہوں ایک تیری قرابت اور دوسرے تیری ابو طالب سے محبت اور اے جعفر تم: تمہاری پیدائش میری پیدائش کی طرح ہے اور اے علیؓ تمہارا میرے ساتھ وہی تعلق ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

الحدیث الخامس والثلاثون (۳۵)

طریق اول: ۶۲۔ جبیر ابن مطعمؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں

جس کے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے گا میں ماحی ہوں میرے ذریعے سے خدا تعالیٰ کفر کو مٹائے گا میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

طریق دوم: ۶۳- ابوالفضل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے عزوجل کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ محمدؐ، احمدؐ، ابوالقاسم، الفاتح، الخاتم، الماحی، العاقب، الحاشر، یٰسین اور طٰہٰ۔

طریق سوم: ۶۴- حضرت نافع ؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں محمدؐ، احمدؐ، المقفی الحاشر، الماحی، الخاتم اور العاقب ہوں۔

طریق چہارم: ۶۵- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میں احمدؐ، محمدؐ، الحاشر، المقفی اور الخاتم ہوں۔

حدیث اول: خالد ابن معد ؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا میں اپنے جد امجد ابراہیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔

حدیث دوم: ابوامامتہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے جد امجد ابراہیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔

حدیث سوم: عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابراہیمؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں اور سب سے آخر میں میری بشارت عیسیٰؑ بن مریم نے دی تھی۔

حدیث چہارم: عبداللہ ابن عبدالرحمان ؓ ابن معمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں ابراہیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارتوں کا نتیجہ ہوں۔

حدیث پنجم: ابی مریم الغمانی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا خدائے عزوجل نے مجھ سے عہد لیا بالکل اسی طرح جس طرح اس نے دوسرے نبیوں سے عہد لیا تھا اور عیسیٰ مسیح بن مریمؑ نے میری بشارت دی ہے۔

حدیث ششم: عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں اپنے جد امجد ابراہیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔

الحدیث السادس والثلاثون (۳۶)

۶۶- جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر میں کوئی فخر نہیں کرتا میں خاتم النبیینؐ ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں میں شافع ہوں اور شفاعت کی صفت دیا گیا ہوں اور سب سے زیادہ شفاعت کی صفت مجھے عطا کی گئی ہے اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔

الحدیث السابع والثلاثون (۳۷)

طریق اول: ۶۷- سعد ابن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جب کوئی موذن یہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں خدا تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں، میں اللہ تعالیٰ یعنی رب پر راضی ہوں اور دین اسلام کو پسند کرتا ہوں اور نبی کریمؐ پر راضی ہوں تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

طریق دوم: ۶۸- منذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح سویرے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں دین اسلام پر راضی ہوں اور اپنے نبی محمدؐ پر راضی ہوں پس میں ایسے شخص کا ذمہ لیتا ہوں میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤں گا۔

طریق سوم: ۶۹- عطا ابن یسار ؓ سے حدیث مرسل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے کہا کہ میں رب کے طور پر اپنے اللہ سے راضی ہوں اور دین اسلام پر راضی ہوں اور محمدؐ پر رسولؐ کے طور پر راضی ہوں تو ایسا شخص حقیقت ایمان پا گیا۔

طریق چہارم: ۷۰- ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اپنے خدا تعالیٰ پر راضی ہو گیا دین اسلام پر راضی ہو گیا اور محمد رسول اللہؐ پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

طریق پنجم: ۷۱- حضرت عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے ایمان کا ذائقہ پا لیا جو اللہ کو رب کے طور پر قبول کر لے۔ اسلام کو دین کے طور پر قبول کر لے اور محمدؐ کو رسولؐ کے طور پر قبول کر لے۔

طریق ششم: ۷۲- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ایمان کے لئے یہی امر کافی ہے کہ مومن یہ کہے کہ میں اللہ کو رب کے طور پر اسلام کو دین کے طور پر اور محمدؐ کو رسولؐ کے طور پر قبول کرتا ہوں۔

طریق ہفتم: ۷۳۔ ابو السلامؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس کسی نے بھی صبح اور شام کے وقت تین مرتبہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ پر رب کے طور پر اسلام پر دین کے طور پر اور محمدؐ پر نبیؐ کے طور پر ایمان لاتا ہوں تو خدا تعالیٰ پر حق بن جاتا ہے کہ قیامت کے روز اس پر راضی ہو۔

طریق ہشتم: ۷۴۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کوئی بھی مسلمان شخص جو صبح و شام تین مرتبہ کہے میں اللہ تعالیٰ کو رب کے طور پر اسلام کو دین کے طور پر اور محمدؐ کو نبی کے طور پر قبول کرتا ہوں یا ان پر راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ پر یہ واجب ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس پر راضی ہو جائے۔

طریق نہم: ۷۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی موذن کو اذان دیتے ہوئے سنتا ہے اور اسے دہراتا جاتا ہے پھر یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر رب کی حیثیت سے راضی ہوں اسلام پر دین کے لحاظ سے راضی ہوں اور محمدؐ پر ان کی نبوت کے لحاظ سے راضی ہوں، قرآن کو امام سمجھتا ہوں کعبہ کو قبلہ جانتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں اے میرے خدا ملین میں میری گواہی لکھ لے اور اس پر ملائکہ مقربین اور اپنے انبیائے مرسلین اور اپنے صالح بندوں کی گواہی لکھ لے اور قبول فرمالے اور میرے ساتھ عہد فرما اور قیامت کے روز پورا بھی فرما تو وعدے کے خلاف ورزی نہیں کرتا۔ تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

طریق دہم: ۷۶۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عمرؓ بن خطابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تورات کا نسخہ ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاموش رہے اس پر انہوں نے اسے پڑھنا شروع کیا حضورؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہونا شروع ہو گیا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے بندۂ خدا کیا تجھے حضورؐ کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا اس پر حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے چہرہ مبارک کی جانب دیکھا اور کہا کہ میں اللہ اور رسولؐ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اس کے رب کی حیثیت سے راضی ہوں اور اسلام پر دین کی حیثیت سے راضی ہوں اور محمدؐ پر رسول کی حیثیت سے راضی ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمہارے درمیان موسیٰؑ آ جائیں اور تم ان کی پیروی میں لگ جاؤ تو یقیناً تم راہ راست سے گمراہ ہو جاؤ گے اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پالیتا تو وہ ضرور میری پیروی کرتا۔

طریق یازدہم: ۷۷۔ خالد ابن عرفہؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا اے عمرؓ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کتاب کا نسخہ ہے اس سے ہم علم حاصل کرتے ہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غضبناک ہو گئے آپ کے گال سرخ ہو گئے پھر نماز باجماعت کی اذان دی گئی اس پر انصار نے کہا تمہارا نبیؐ تم پر ناراض ہو گیا ہے۔ سب ہتھیار لے کر آؤ پس سارے لوگ آ گئے حتیٰ کہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر کے پاس جمع ہو گئے اس پر حضورؐ نے فرمایا اے لوگو مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں اور مختصر الکلم بھی عنایت کئے گئے ہیں تمہیں شریعت بیضاوی گئی ہے پس گمراہ نہ ہو جاؤ اور نہ گمراہوں کے چنگل میں پھنسو، میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ پر اس کے رب ہی کی حیثیت سے راضی ہوں اور اسلام کو بطور دین قبول کرتا ہوں اور آپؐ کو رسولؐ تسلیم کرتا ہوں اس پر حضورؐ ممبر سے نیچے اتر آئے۔

طریق دوازدہم: ۷۸۔ ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم کیسے روزہ رکھیں اس پر حضورؐ غضبناک ہو گئے اور غصے کے آثار آپؐ کے چہرے پر ظاہر تھے۔ اس نے پھر بات دہرائی کہ کیسے روزہ رکھیں۔ جب آپؐ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو حضرت عمرؓ آپؐ کے پاس آئے اور کہا ہم خدا تعالیٰ یعنی اپنے رب پر راضی ہیں اور دین یعنی اسلام پر راضی ہیں اور نبیؐ یعنی محمدؐ پر راضی ہیں۔

طریق سیزدہم: ۷۹۔ عبداللہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نبی کریمؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری ملاقات قریظہ میں اپنے بھائی سے ہوئی تھی۔ اس نے آپؐ کے سامنے پیش کرنے کے لئے جوامع تورات مجھے دیئے ہیں اس سے حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اس پر عمرؓ نے کہا ہم اپنے رب پر راضی ہیں اور دین کے لحاظ سے اسلام پر راضی ہیں اور محمدؐ پر بحیثیت رسول راضی ہیں اس پر حضورؐ کا چہرہ پر مسرت ہو گیا فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر موسیٰؑ تم میں مبعوث ہو جائے اور تم اس کی پیروی کرلو تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے تم منتخب الامم ہو اور میں منتخب النبیینؐ ہوں۔

طریق چہاردہم: ۸۰۔ ابی امامتہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائیوں میں سے جب کوئی بھائی وفات پا جائے تم اس پر مٹی ڈال چکو تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلاں ابن فلاں' وہ اس بات کو سن رہا ہوتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا ہو گا پھر وہ کہے اے فلاں ابن فلاں پھر بیٹھ کر کہے اے فلاں ابن فلاں' تو وہ آگے سے کہے گا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے حکم دیجئے (لیکن یہ بات تم نہیں سمجھ سکتے) اس پر وہ کہے کہ دنیا میں تمہارا جو عقیدہ تھا وہ بیان کرو کیا تو گواہی دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور تو رب کی حیثیت سے اللہ پر راضی ہے اور محمدؐ پر بحیثیت نبی راضی ہے اور دین اسلام پر راضی ہے اور قرآن کے امام ہونے پر متفق ہے وہ جواب دے گا ہاں؟ اس پر منکر و نکیر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم اب اس بندہ سے کیا سوال و جواب کریں اس نے تو اپنی حجت نجات کی بیان کر دی ہے۔

الحدیث الثامن والثلاثون (۳۸)

۸۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا میں روز قیامت عوام الناس کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کس طرح ہو گا' خدا تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا وہ ایک پکارنے والے کی آواز سنیں گے ان کی نظر کام نہیں کرے گی تو وہ اس کے بالکل نزدیک آجائیں گے لوگوں کا غم و کرب حد طاقت و برداشت سے زیادہ ہو جائے گا ان میں سے بعض لوگ ایک دوسرے سے کہہ اٹھیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس نہج پر پہنچ چکے ہو۔ تمہاری شفاعت اللہ تعالیٰ کے حضور کون کرے گا؟ اس پر کچھ لوگ دوسروں سے کہیں گے کہ آدمؑ کے پاس چلو وہ حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدمؑ آپ ہمارے باپ ہیں آپ ابو البشر ہیں خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح آپ کے اندر پھونکی ہے اور فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے آپ کو سجدہ کیا ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کیجئے' آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہماری نوبت کہاں تک پہنچ چکی ہے حضرت آدمؑ ان کو کہیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غصے میں ہے کہ کبھی اس قدر غصے میں نہیں تھا' خدا تعالیٰ نے مجھے شجرہ سے منع فرمایا تھا لیکن میں نے نافرمانی کی تھی۔ نفسی۔ نفسی۔ نفسی کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔۔۔۔ اس قول تک۔۔۔۔ سارے نبی آئیں گے عیسیٰؑ کے پاس پھر حضرت محمدؐ کے پاس اور کہیں گے اے محمدؐ تو اللہ کا رسول ہے اور خاتم الانبیاء ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔

الحدیث التاسع والثلاثون (۳۹)

۸۲۔ وہب ابن منبہؓ سے روایت ہے وہ ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں وہ وہبؓ سے وہ حسنؓ سے وہ ان سات لوگوں سے جو بدر میں حاضر ہوئے ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کو بلائے گا اور پوچھے تم نے نوحؑ کو کیا جواب دیا وہ جواباً کہیں گے کہ اس نے ہمیں تبلیغ نہیں کی نہ کوئی نصیحت کی ہے نہ کسی کام کا حکم دیا ہے نہ ہمیں کسی چیز سے روکا ہے۔ اس پر حضرت نوحؑ کہیں گے اے میرے رب میں نے ان کو دن رات تبلیغ کی اول اور آخر امت کو دعوت دی حتیٰ کہ آخر النبیین احمدؐ کا دور آ گیا میری شریعت منسوخ ہو گئی اور آیت پڑھی اور وہ اس پر ایمان لائے اس کی تصدیق کی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا احمدؐ اور اس کی امت کو بلاؤ اس پر حضورؐ تشریف لائیں گے ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہو گا۔ اس پر حضرت نوحؑ محمدؐ اور ان کی امت سے کہیں گے کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو رسالت کا پیغام پہنچایا اور ان کی خیر خواہی کی تھی ان کو آگ سے بچانے کے لئے بڑی جدوجہد ظاہراً اور پوشیدہ طور پر کی تھی مگر میری کوششوں کے باوجود انہوں نے بغاوت کی راہ اختیار کی' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہم گواہی دیتے ہیں کہ نوحؑ نے سچ کہا ہے اس پر قوم نوحؑ کہے گی اے اللہ ہمیں اس کا بخوبی علم ہے اب آپ کی امت آخری امت ہے پس کہے گا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا (ساری سورہ پڑھی آخر تک) اس پر اس کی امت کہے گی ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ باتیں بالکل سچی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مجرمو! آج تم نیکوں سے الگ ہو جاؤ کیونکہ ان مجرموں کو سب سے پہلے آگ میں ڈالا جائے گا۔

الحدیث الاربعون (۴۰)

طریق اول: ۸۳۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے رمضان کے روزے رکھے حج بیت اللہ کرے اگر وہاں تک جانے کی

طاقت پائے۔

طریق دوم: ۸۴۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کا قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

طریق سوم: ۸۵۔ حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اسلام راستے کے مینار کی روشنی ہے اس کا سرا اور اس کی جماعت یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور نماز کا قائم کرنا' زکوٰۃ دینا اور پورے روزے رکھنا۔

طریق چہارم: ۸۶۔ حضرت عدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے عدی ابن حاتم تو اسلام لے آ سلامتی پائے گا' تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں خدا کا رسولؐ ہوں اور سب قدروں پر ایمان لا خواہ وہ خیر کی قدر ہو یا شر کی قدر ہو وہ آسان یا کڑوی ہو یعنی تلخ قدر۔

طریق پنجم: ۸۷۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر اور رمضان کے روزے رکھ' حج بیت اللہ کر اگر تجھے اس کی استطاعت ہو۔ اگر تو ایسا کرے گا تو سلامتی پائے گا۔

طریق ششم: ۸۸۔ ابوذرین العقیلیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا ایمان کیا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تو یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور رسولؐ ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ دنیا و مافیہا سے تجھے زیادہ محبوب ہیں اور اگر تجھے آگ میں بھی ڈالا جائے تو خدا کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور کسی سے تو محبت کرے تو وہ بھی محض للہ ہو اگر تو ایسا ہو جائے تو یقیناً تیرے دل میں ایمان کی محبت داخل ہو چکی ہے بالکل اسی طرح جس طرح سخت گرمی والے دن ایک پیاسے کے دل میں پانی کی محبت داخل ہوتی ہے۔

طریق ہفتم: ۸۹۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے عرب کے رہنے والو میں ساری دنیا کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں' میں خدائے واحد کی عبادت کی طرف تمہیں بلاتا ہوں' میں اس کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں اور یہ کہ تم بیت اللہ کا حج کرو اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے یعنی رمضان کے روزے رکھو' جو میری باتوں کو قبول کرے گا اسے جنت حاصل ہو گی۔

تکفیر کی ممانعت

واثلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اہل ملت' یعنی اہل امت میں سے کسی کی تکفیر نہ کرو۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو اگرچہ اس سے کوئی گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ سرزد ہو۔

اسی طرح ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی گناہ کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کہنے والے کی تکفیر سے رکے رہو

اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف اپنا منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ یقیناً مسلمان ہے اور اللہ اور رسولؐ اس کا ذمہ لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اس ذمہ داری سے ہٹانے کی کوشش نہ کرو۔

انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ سواد اعظم کے متعلق کیا حکم ہے آپؐ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر قائم ہے اور اللہ کے دین کے بارے میں کوئی طعنہ زنی نہیں کرتا اور اہل توحید کی اس کے کسی گناہ کے باعث تکفیر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ اسلام کی ابتدا بھی غربت کی حالت سے ہوئی تھی اور اسی حالت پر دوبارہ قائم ہو گا' پس غربا کے لئے خوش خبری ہے۔ اس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ غربا لوگ کون سے ہیں فرمایا جب لوگ بگڑ جائیں تو وہ اصلاح کرتے ہیں وہ دین کے معاملے میں طعنہ زنی نہیں کرتے اور کسی گناہ کے ارتکاب کے باعث اہل توحید کی تکفیر نہیں کرتے۔ (طبرانی' دیلمی' درداء)